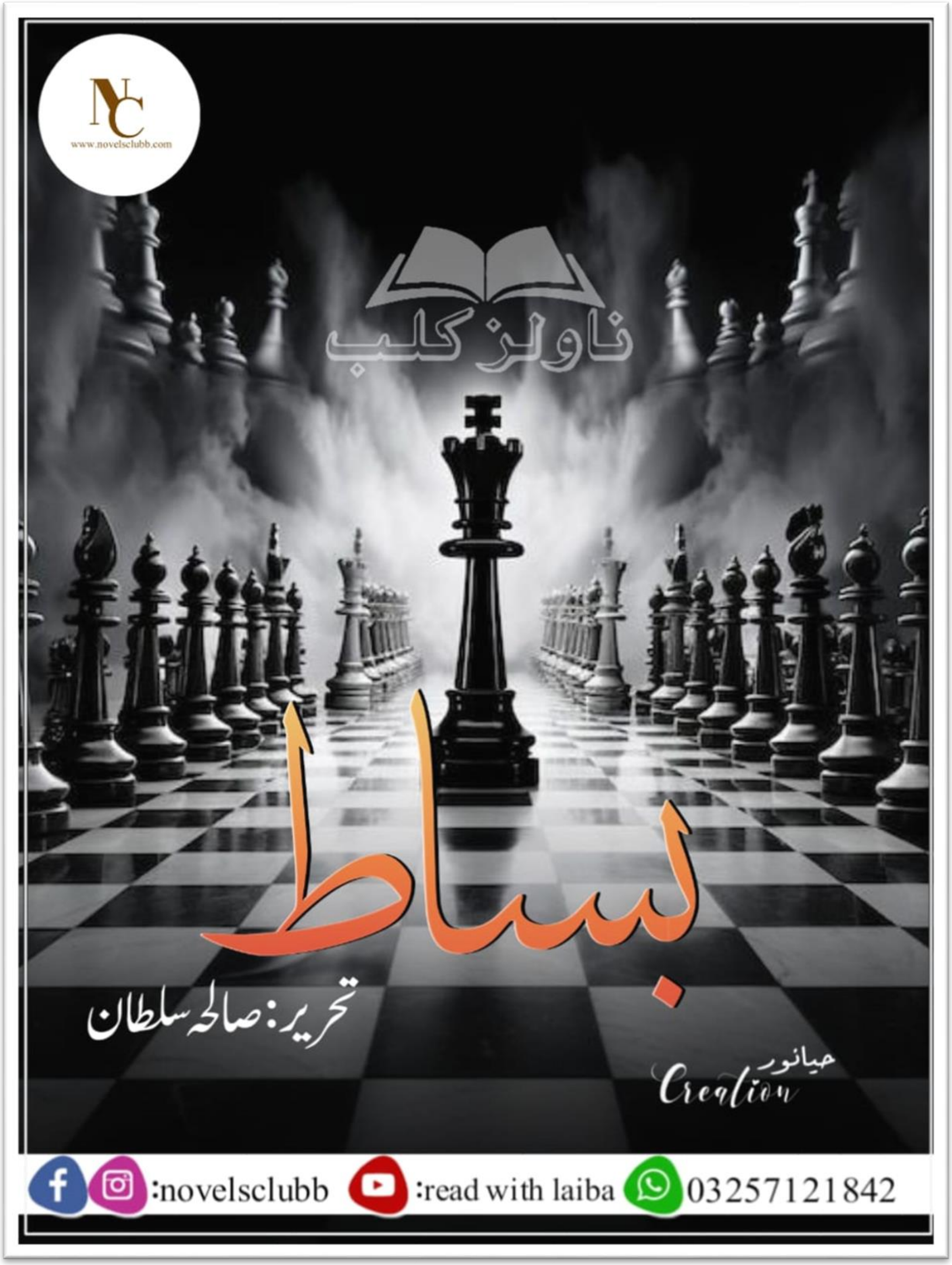

ناولز کلب
بساط
تحریر: صالحہ سلطان
حیانور Creation
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

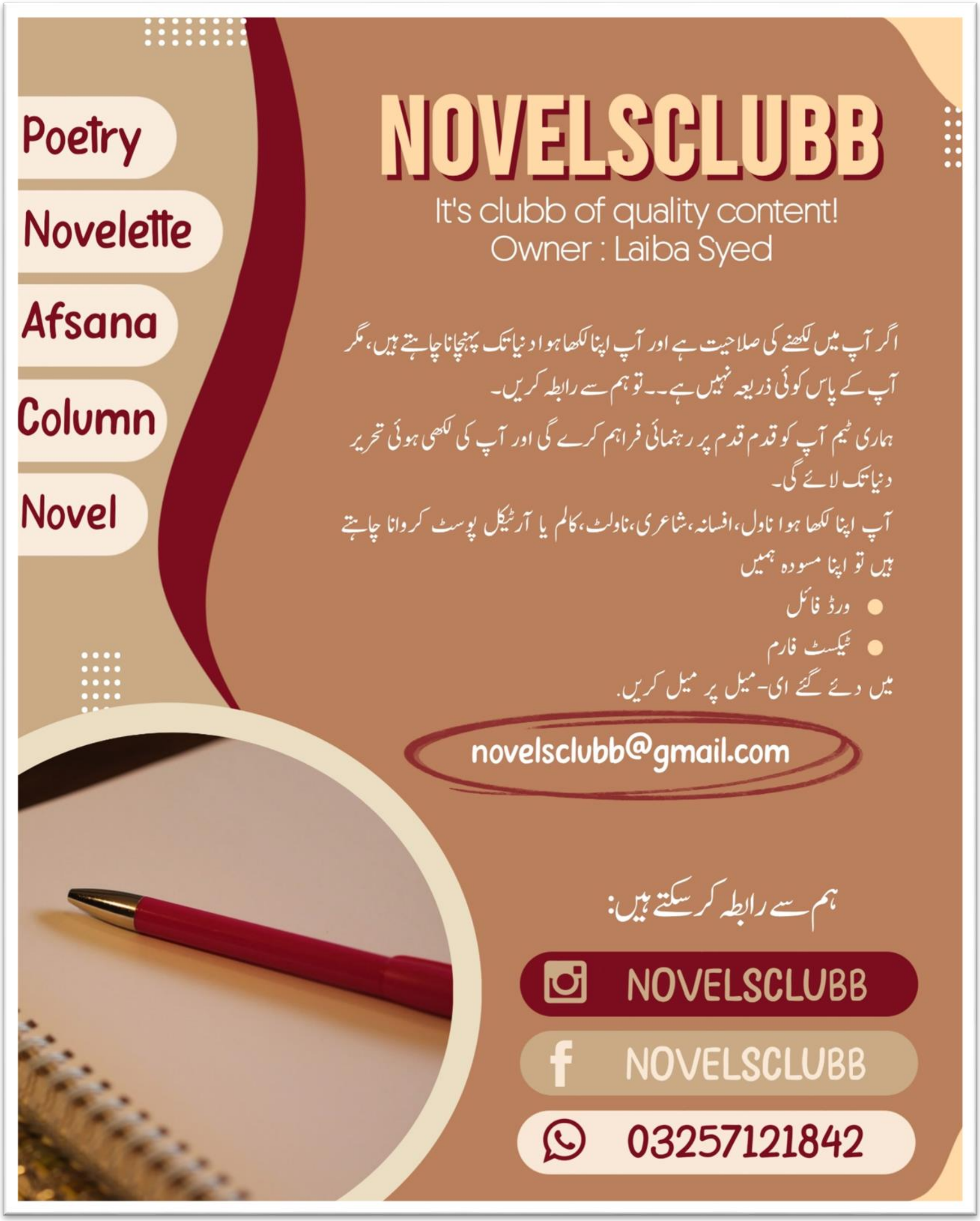

Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

بساط

از قلم

صالحہ سلطان

www.novelsclubb.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بساط (صالحہ سلطان)

قسط نمبر: 6

مدیحہ نے نیچے گرا ہوا موبائل اٹھایا۔ اسے سائلنٹ کیا۔ وہ سامنے نظر آتے اس شخص کو دیکھ رہی تھی۔ قدم قدم چلتی وہ بالکنی تک آئی۔ وہ کان سے موبائل ہٹا کر اب جیبوں میں ہاتھ ڈالے چل رہا تھا۔ دھند کے باعث اسے زیادہ صاف کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔

"مدیحہ کیا ہوا ہے؟ کہاں ہو تم؟ ماموں کی طرف نہیں گئی تھی؟" قاسم کی پریشان سی آواز سپیکر سے آئی۔

"میں اپنے گھر ہوں قاسم۔ میں کیوں جاؤں گی کہیں؟ میں اسے دیکھ سکتی ہوں۔ وہ سامنے سڑک پہ ہے۔ میں اس کے پیچھے جاؤں؟" دوسری طرف ڈرائیو کرتا ہوا قاسم بے چین ہوا۔

"کہیں مت جاؤ پلیز۔ سارے دروازے اچھی طرح سے بند کر کے نیچے لاؤنج میں جاؤ۔ میں دہلی سے باہر ہوں۔ مجھے تمہارے گھر آنے میں وقت لگے گا۔ میں کبیر کو بھیجتا ہوں۔ وہ قریب

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہی ہے۔اور سنو تمہارے ڈریسنگ ٹیبل کی پہلی دراز میں ایک پسٹل ہو گی،اسے نکالو فوراً۔"اس نے ایک ہی سانس میں کہا پھر کال کاٹ دی۔سامنے نظر آتا شخص اب کہیں غائب ہو گیا تھا۔

مدیحہ نے ساری کھڑکیوں اور دروازوں کو ٹھیک طرح لاک کیا۔دراز کھولی تو واقعی وہاں ایک پسٹل موجود تھی۔ قاسم اور اس کے انوکھے کام! پاس رکھی شال اپنے گرد لپیٹی پھر لاؤنج میں آگئی۔ قاسم کی کال دوبارہ آنے لگی تھی۔

"تمہیں اتنی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے قاسم۔میں ٹھیک ہوں۔میں ڈرتی نہیں اس سے۔"

"تم نہیں ڈرتی ہو گی۔میں ڈرتا ہوں۔میں تمہارے معاملے میں ہمیشہ خوف زدہ رہتا ہوں۔" مدیحہ نے گہری سانس لی۔

"ایک بات بتاؤں؟"

"ہوں۔"

"مجھے تھوڑا سا خوف محسوس ہو رہا ہے۔" دوسری طرف قاسم مسکرایا۔وہ صوفے پہ بیٹھ گئی۔

www.novelsclubb.com

"جانتا ہوں۔اس لیے ہی کہہ رہا ہوں میرے ساتھ کال پہ رہو۔کبیر بس آتا ہی ہو گا۔" وہ رکا۔"میں تمہارے ساتھ ہوں۔اور میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

مدیحہ پورے دل سے مسکرائی۔

"ہمیشہ میرے ساتھ رہ.... نا۔" لاؤنج کا دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہو رہا تھا۔دوسری جانب سے قاسم نے نجانے کیا کہا۔اس نے سنا نہیں۔وہ بس سامنے کھڑے اس مرد کو دیکھ رہی تھی۔جواب اس کے قریب جھکا تھا۔

"یہ قاسم ہے؟ مجھے دینا ذرا۔" مدیحہ نے موبائل اسے تھما دیا۔اب وہ باہر جا رہا تھا۔مدیحہ صوفے پہ ہی بیٹھی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دوبارہ آیا۔اس نے سیاہ ٹی شرٹ پہ سیاہ جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔پیشانی پہ بکھرے بالوں کو وہ پیچھے کرتا اس کے سامنے بیٹھا۔

وقت کیسا بھی ہو۔وہ مرد ہمیشہ ہی اتنا شاندار لگتا تھا۔

"آپ کے موبائل سے چند گھنٹے پہلے قاسم کو میسج کیا گیا تھا کہ آپ گھر میں اکیلی تھیں تو آج رات ماموں کی طرف ٹھہری ہوئی ہیں۔کیا یہ میسج آپ نے کیا تھا؟" مدیحہ نے حیرانی سے اسے دیکھا پھر نفی میں سر ہلایا۔

www.novelsclubb.com

"نہیں میں نے ایسا کوئی میسج نہیں کیا۔ میں ہمیشہ ہی اپنے گھر میں اکیلی ہوتی ہوں۔ جواد ہاسٹل میں رہتا ہے۔ چھوٹو اپنے اپارٹمنٹ۔ آج کل وہ چھٹیوں پہ ہے۔ اس کی چھٹیاں نہ بھی ہوتیں تو کون سا اس نے رہنا تھا یہاں؟" کبیر لبوں پر انگلی رکھے اسے دیکھ رہا تھا۔

"آپ نے اپنا موبائل کہیں چھوڑا ہوا تھا؟ کسی کو استعمال کرنے کے لیے دیا تھا؟"

"نہیں۔ میرا فون کیوں کوئی استعمال کرے گا؟ کیا اس نے میرا فون بھی ہیک کر لیا ہے؟"

کبیر نے نفی میں سر ہلایا۔

"کیا آج کسی بھی وقت آپ نے موبائل کہیں چھوڑا ہوا تھا؟" وہ جو نفی میں سر ہلانے لگی تھی' رک گئی۔ کچھ یاد آیا۔

"میں آج پارلر میں تھی۔ ایک لڑکی سے میرا فون ایکسچینج ہو گیا تھا۔ لیکن میرے فون میں پاسورڈ لگا ہوا ہے۔ اگر تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ کسی نے میرا فون لیا پھر میسج کیا تو جتنی دیر وہ میرے پاس سے غائب تھا اتنی دیر میں صرف میسج ہی کیا جا سکتا ہے۔ پاسورڈ نہیں توڑا جا سکتا۔"

"کیا وہ لڑکی کہیں گئی تھی؟"

"نہیں اس نے ہی بتایا کہ میرے ہاتھ میں اس کا موبائل ہے۔ سب ہی موجود تھے وہاں کوئی کہیں نہیں گیا تھا۔ ایک منٹ ویٹ ویٹ۔ میں نے جہاں اپنا موبائل رکھا ہوا تھا وہاں ایک کھڑکی تھی۔ بس دو منٹ یا اس سے بھی کم وقت میں میرے پاس میرا موبائل واپس آگیا تھا۔" اس نے سوچتے ہوئے بتایا۔ کبیر نے پاؤں سے جوتے اتارے۔

"زبردست۔ یعنی آپ کے پاسورڈ کا بھی اسے علم ہے۔ آپ کو نیند آرہی ہے؟ سوجائیں صبح بات کریں گے۔" وہ جو مسلسل دانت پہ دانت جمائے جمائی روک رہی تھی۔ سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ تم پوچھو جو پوچھنا چاہ رہے ہو۔" کبیر مراد نے سر جھکا کر ہنسی روکی۔

"اوپر کے کمروں میں جانے کے بجائے نیچے ہی کہیں سوجائیں۔ میں ادھر ہی ہوں۔" مدیحہ نے ایک پل کے لیے اسے دیکھا پھر شال درست کرتے ہوئے سامنے بنے کمروں میں سے ایک کا دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔

www.novelsclubb.com

کبیر نے اس بند کمرے کا دروازہ دیکھا۔ پھر تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر بنے اس کے کمرے میں گیا۔ اسے معلوم تھا کہ مدیحہ فاروق کا کمرہ کون سا ہے۔ دس سالوں سے وہ اسی کمرے میں رہ رہی تھی۔

گھر میں داخل ہوتے ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ محترمہ نے ویسا ہی گھر رہنے دیا ہے جیسا وکیل صاحب تعمیر کروا کے گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فجر قضا ہو چکی تھی۔ کچھ جاگ گئے تھے کچھ اب جا کر سونے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہم اسی طرح مہکتی فضا میں دھیرے دھیرے اپنے قدم اٹھا کر ہنومان مندر کی طرف بڑھیں تو وہاں ایک عورت کھڑی تھی۔

مضطرب انداز میں وہ یہاں سے وہاں نظر گھما رہی تھی۔ اکتوبر کے آخری دن تھے۔ فضا میں خنکی مزید بڑھ گئی تھی۔ اس نے سیاہ رنگ کا لانگ کوٹ پہنا ہوا تھا۔ سردی کے باعث اس کی ناک سرخ ہو رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

دفعتاً موٹر سائیکل پر سوار کوئی اس تک آیا۔وہ عورت مسکرائی۔مقابل کو اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا۔وہ سچ میں اتنی حسین تھی یا پھر یہ تازی صبح کا کمال تھا؟

"یہ تمہاری ایڈوانس پے منٹ ہے۔باقی کا کام ہونے کے بعد۔میں نہیں جانتی تم کیا کرو گے؟کیسے کرو گے؟مگر مجھے وہ گھٹنوں کے بل زمین پہ ملنا چاہیے۔"عورت نے ایک چیک اس کی جانب بڑھایا۔مرد نے تھوڑا جھجک کر اسے تھام لیا۔

"وقت لگے گا۔"

"کوئی پرواہ نہیں۔بس کام پکا ہونا چاہیے۔اس کی جاب،اس کا گھر مجھے وہ ہر طرف سے برباد نظر آئے اور بس۔"وہ اس کے قریب آئی اور سرگوشی کی۔

"اگر اسے تباہ نہ کیا تو میں تمہیں تباہ کردوں گی۔سنا تم نے؟"مرد نے سر ہلایا پھر وہ جھرجھری لیتے ہوئے جس طرح آیا تھا اسی طرح چلا گیا۔

وہ مندر کی پچھلی طرف کھڑے تھے۔وہ اب جیبوں میں ہاتھ ڈالے مندر کی سیڑھیوں کی طرف آئی۔لوگ ہاتھوں میں تھالیاں تھامے آتے جاتے نظر آرہے تھے۔اس نے چہرے پہ ماسک چڑھا رکھا تھا یوں بھی اتنی دھند میں کس نے اسے پہچاننا تھا؟

وہ قدم قدم چلتی اپنی کار کی طرف آئی۔اپنے ڈائی شدہ بالوں کو ایک ادا سے جھٹکا۔بے حد حسین ایکٹریس کا مکروہ چہرہ نظر آیا۔اس نے سیاہ گلاسز سے آنکھیں چھپائیں۔اب اس کا رخ ائیر پورٹ کی جانب تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلی صبح وہ اٹھی تو خود کو گیسٹ روم میں پایا۔ذہن پہ زور ڈالا تو سب یاد آتا چلا گیا۔ صبح کے چھ بج رہے تھے۔وہ جمائی لیتے ہوئے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آئی۔شال اندر ہی کہیں رہ گئی تھی۔باریک آستینوں سے اس کے ملائم بازو نظر آرہے تھے۔

صوفے کی پشت سے سر ٹکائے کبیر گہری نیند میں تھا۔پاؤں کی کینچی بنا کر میز پر رکھے ہوئے وہ غیر آرام دہ لگ رہا تھا۔سینے پہ رکھا اس کا سیاہ جیکٹ آدھا فرش پہ لٹک رہا تھا۔کل رات موسم کافی حد تک ٹھنڈا تھا۔مدیحہ کو بے اختیار ہی ماحول کی خنکی کا احساس ہوا۔وہ اے سی چلا کر ریموٹ اپنے ساتھ ہی لے گئی تھی۔اسے تھوڑا سا ترس آیا۔اس نے سب سے پہلے اے سی بند کیا۔

اسے نظرانداز کر کے وہ بغیر آواز پیدا کیے اپنے کمرے میں گئی۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد باہر آئی تو وہ بالکل تیار تھی۔ کاسنی رنگ کی آرگنزا ساڑھی میں ملبوس وہ نفاست سے کیے گئے ہلکے پھلکے سے میک اپ میں روز کی طرح حسین لگ رہی تھی۔ گیلے بال پشت پہ کھلے تھے۔ کچن سے چائے بنا کر وہ اب کبیر کے سامنے بیٹھ رہی تھی۔ سر تھا کہ پھٹا جا رہا تھا۔ اس نے کپ میز پہ رکھ دیا پھر صوفے کی پشت سے سر ٹکا دیا۔

"مجھے اسے ایک کمفرٹر دے دینا چاہیے؟" اس نے سوچا۔ آنکھیں اب بھی بند تھیں۔

"یا پھر اسے جگا کر اندر کمرے میں بھیج دینا چاہیے؟"

"میں کیوں اس کے لیے کچھ کروں؟ وہ اس قابل کہاں؟" دماغ نے ڈپٹ کر کہا۔ دل ناراض ہو گیا۔

"وہ تمہارے لیے ساری رات جاگتا رہا ہے۔ ٹھنڈ میں بیٹھا رہا۔ اب کیا تم اس کے لیے اتنا نہیں کر سکتی؟"

"کیا گارنٹی ہے کہ وہ جاگتا رہا ہے؟ ہو سکتا ہے میرے جاتے ہی سو گیا ہو۔ اب اٹھے اور اپنے گھر جائے۔" دل اور دماغ کی اس جنگ نے فیصلہ لینا مشکل کر دیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اتنی پتھر دل مت بنو مدیحہ۔اسے جگا کر گھر ہی بھیج دو۔ شکریہ کہہ کر موو آن کرو۔احسان ہی کیا ہے اس نے تم پر۔"اس نے بے چینی سے پہلو بدل کر آنکھیں کھولیں تو دھک سے رہ گئی۔

وہ چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے'سرخ ادھ کھلی آنکھوں سے بڑی فرصت سے اسے دیکھ رہا تھا۔آنکھوں میں نیند کا خمار تھا۔بال پیشانی پر گرے ہوئے تھے۔ کھلتی صبح میں اس سے زیادہ حسین منظر کوئی اور ہو سکتا تھا بھلا؟اگر ہوتا بھی تو مدیحہ فاروق اِس منظر سے نظریں ہٹا سکتی تھی بھلا؟

"یہ میں نے اپنے لیے بنائی تھی۔"کبیر نے فوراً کپ اس کی جانب بڑھا دیا۔وہ کچھ کہہ نہیں رہا تھا مگر مدیحہ کو لگا اس کی آنکھیں مسکرا رہی ہیں۔

"اب میں تمہاری جھوٹی چائے پیوں گی؟"اس نے خفگی کا اظہار کیا۔

"کیوں نہیں پی سکتی ہیں؟میں نے بھی تو آپ کی جھوٹی چائے پی۔"کبیر نے دوبارہ کپ لبوں سے لگا لیا۔اس نے ابھی ہی تو کہا کہ وہ یہ چائے نہیں پیے گی۔رزق کی بے حرمتی بالکل نہیں ہونی چاہیے!

www.novelsclubb.com

"اوہ۔ کہیں آپ یہ تو نہیں سوچ رہی ہیں کہ جھوٹا پینے سے پیار بڑھ جائے گا۔" مدیحہ نے بے زاری سے پہلو بدلا۔

"بکواس بند کرو۔ صبح ہو گئی ہے۔ جاؤ یہاں سے۔"

"آپ کے گھر میں کیمرے کیوں نہیں ہیں؟" آخری گھونٹ بھر کر اس نے تسلی سے پوچھا۔ نیند کا خمار اور آواز کا بوجھل پن اب بھی برقرار تھا۔

"مجھے نہیں لگا کہ اس کی ضرورت ہے۔ بس ایک کیمرہ میں نے لان میں لگوایا تھا۔ سامنے گھر سے روز ایک لڑکا میرے پودے چوری کر کے لے جاتا تھا اور مانتا بھی نہیں تھا۔ اب کم از کم اس کی چوری کا میرے پاس ثبوت ہو گا۔ بس اس لیے وہ موجود ہے۔" وہ اٹھ گئی۔ کبیر اس کے پیچھے آیا۔ ان دونوں کا رخ تہہ خانے کی طرف تھا۔

وہ سکرین پہ نظر آتے منظر کو دیکھ رہے تھے۔ مدیحہ کی بالکنی کا رخ لان کی طرف ہی تھا۔

مدیحہ چیئر پہ بیٹھی ہوئی تھی اور کبیر اس کے پیچھے تھوڑا جھک کر سکرین کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے بالوں سے اٹھتی خوشبو کافی خوشگوار سی محسوس ہو رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ایک منٹ زوم کرنا۔" مدیحہ نے زوم کیا۔لان کی دیوار پہ ایک ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ہاتھ کی تیسری انگلی میں موجود اس چھلے کی طرف اس نے اشارہ کیا۔

"آپ نے اسے پہلے کبھی دیکھا ہے؟کسی بھی مرد کے ہاتھ میں۔" مدیحہ نے غور سے اسے دیکھا۔ذہن پر بہت زور ڈالنے پر بھی کچھ یاد نہیں آیا۔

"نہیں میں یہ شاید پہلی دفعہ دیکھ رہی ہوں۔" انہوں نے کئی دفعہ وہ منظر دیکھا۔جس میں ایک مرد لان کی دیوار پھلانگ کر سڑک پہ جا رہا تھا۔وہ اندر کیسے آیا؟کمرے میں کیسے گیا؟کچھ نہیں پتا۔

"قاسم کی کال آئی تو میں نے اپنے آدمیوں کو اس علاقے میں ٹولیوں کی صورت بھیج دیا تھا۔ کہیں کوئی نظر نہیں آیا۔سارے کیمرے خالی ہیں۔ایک بات کا من ہے۔" وہ اسی طرح جھک کر کہہ رہا تھا۔مدیحہ گھوم کر اسے نہیں دیکھ سکتی تھی۔گھومتی تو ضرور اس سے ٹکرا جاتی۔

"کیا کا من ہے؟"

www.novelsclubb.com

"فصیح کے کیس میں بھی کیمرے خالی تھے۔کچھ نہیں ملا۔تمہاری آفس میں گھسنے والے آدمی نے بھی پہلے کیمرے بند کیے۔اب بھی۔وہ پہلے کیمرے بند کرتا ہے پھر کہیں جاتا ہے۔"

مدیحہ نے اس کے سینے پہ زور ڈال کر پیچھے کیا پھر کرسی چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یعنی وہ ہیکر ہے۔"کبیر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بائی چانس وہ کہیں نظر آ بھی جاتا ہے تو کوئی ہے۔جو ہر جگہ نظر رکھتا ہے اور اس کا ریکارڈ ہٹا دیتا ہے۔آپ کو ایسی غیر ذمہ داری سے کام نہیں لینا چاہیے۔آپ کو سیکورٹی گارڈ کی ضرورت ہے۔آپ کو اپنی حفاظت کرنے کی ضرورت ہے۔"وہ اب اس کمرے سے باہر آ رہے تھے جسے مدیحہ تہہ خانہ کہتی تھیں۔

"مجھے نہیں لگتا۔"مدیحہ نے شانے اچکا کر کہا۔

"مجھے لگتا ہے۔اس لیے اب سے میرے گارڈز کم از کم رات کے وقت ہی سہی آپ کے گھر کے باہر پہرہ دیں گے۔آپ انکار نہیں کر سکتیں،کیونکہ انکار کا آپشن ہی نہیں ہے آپ کے پاس۔"وہ اب لاؤنج میں کھڑے تھے۔کبیر اپنا والٹ،چابی وغیرہ اٹھا رہا تھا۔مدیحہ بھی آفس جانے کے لیے تیار لگتی تھی۔

"میں کہاں کچھ کہہ رہی ہوں۔" وہ کسی کو کال ملاتا ہوا باہر چلا گیا۔ مدیحہ نے بھی اچھی طرح گھر لاک کیا پھر آفس کے لیے نکل گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ناشتہ بنا کر زرین دھلے دھلائے چہرے کے ساتھ ابا کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر گئی۔

سرخ بال کھلے تھے۔ جو کمر تک آ رہے تھے۔ اس نے دوپٹہ سینے پر پھیلا یا ہوا تھا۔

ابا بیڈ پر بیٹھے تھے۔ زرین نے ان کا ناشتہ ان کے سامنے رکھا پھر چائے کا کپ لے کر دوسری طرف بیٹھ گئی۔

"ناشتہ کیوں نہیں کر رہے ہیں۔ ابا؟" انہیں ایک ہی نقطے پر ساکت دیکھ کر اس نے دریافت کیا۔ وہ کچھ نہ بولے۔ زرین پریشان ہوئی۔

"کیا ہوا آپ کو؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ہی ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ فصیح کی موت کا ذمہ دار میں ہوں؟ مجھے اگر معلوم ہوتا ان سب کے پیچھے کون ہے تو میں خوار ہو رہا ہوتا؟ میری ماضی کی غلطیوں کو تم اس طرح میرے سامنے...."

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ نے ماضی میں کوئی غلطی نہیں کی ابا۔ آپ نے گناہ کیا ہے اور گناہ اسی طرح موت کے بعد بھی ہمارا پیچھا کرتے ہیں۔ آپ مجھے اس طرح بھر سے گمراہ نہیں کر سکتے ہیں۔" احمد اسے بے بسی سے دیکھ کر رہ گئے۔ زرین خود بھی حیران رہ گئی تھی۔ اس میں اتنی ہمت کہاں سے پیدا ہو گئی تھی؟

"میں نہیں جانتا زرین۔"

"آپ یہ نہیں جانتے کہ انہیں کس نے مارا۔ آپ یہ تو جانتے تھے نہ کہ ایک بیٹے کو اس کے باپ سے الگ کرنے کا کیا سبب ہو سکتا ہے۔ آج اگر وہ ان کے ساتھ ہوتے تو محفوظ رہتے۔ آپ نے کچھ اچھا نہیں کیا ابا۔ آپ نے میری ماں سے شادی ہی اس لیے کی تھی کہ لوگوں میں آپ مقبول ہو جائیں۔ آپ ہو گئے مقبول۔" احمد نے آنکھیں موند لیں۔ زرین کے دل کو کچھ ہوا۔

"میں آپ کے ہر ظلم کی گواہ ہوں۔ فصیح کو بہلا پھسلا دینا آسان تھا، زرین کو نہیں۔ ناشتہ کر لیں۔" وہ اٹھ کر کمرے سے نکلی کوئی مسلسل بیل بجا رہا تھا۔ زرین نے مدیحہ کے نمبر پہ کال ملائی۔

"گیٹ پہ کوئی آیا ہے۔ میں دروازہ کھول دوں؟"

"ہاں اندر آنے دو اسے۔ بھائی ہے میرا۔ حمزہ۔ تمہارے ابا کے چیک اپ کے لیے آیا ہے۔" اس نے مصروف انداز میں جواب دیا۔ غالباً وہ کام کر رہی تھی۔

وہ بھاگ کر اندر گئی۔ اسکارف لیا پھر دروازہ کھولا۔ سامنے ایک خوش شکل سا نوجوان کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سیاہ شرٹ میں ملبوس آنکھوں پہ گلاسز لگائے نادر بھی اندر داخل ہوا۔

"کہاں ہیں؟" نادر نے بس ایک نظر اس لڑکی پہ ڈالی۔ فصیح کی بہن تو نہیں لگتی تھی۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے اندر بھیجا۔ وہ دونوں چلے گئے۔ زرین کچن میں چائے بنانے چلی آئی۔

"کیا لگتا ہے ڈاکٹر؟" نادر نے اپنی داڑھی کھجاتے ہوئے حمزہ سے پوچھا۔ جو پنجوں کے بل بیٹھا ان کے پاؤں کا معائنہ کر رہا تھا۔

"کچھ ٹیسٹ کروانا چاہتا ہوں۔ مجھے تو بظاہر سب ٹھیک لگ رہا ہے۔ رپورٹ دیکھ کر ہی ٹھیک جواب دے سکتا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ زرین ہاتھ میں چائے کا کپ لے کر اندر داخل ہوئی۔

"بہت شکریہ۔ ان کی ڈائٹ کا دھیان دیں اور اس بات کا خاص دھیان رہے کہ بیرسٹر صاحب کو کسی بات کا اسٹریس نہ ہو۔" وہ لونگ روم میں چلے آئے تھے۔

"ابا کا ٹیسٹ کیسے ہو گا؟"

www.novelsclubb.com

"میں لے کر جا رہا ہوں۔ آپ ساتھ چلنا چاہیں تو چلیں کیونکہ میں گھر باہر سے لاک کر کے جاؤں گا۔" نادر نے بغیر اسے دیکھے کہا۔ یہ آنکھیں اس نے کہیں دیکھی تھیں مگر کہاں؟

"میں انتظار کر لیتی ہوں۔" حمزہ نے سر ہلایا۔ وہ ان کے ساتھ چلتی راہداری میں آئی۔ وہ بس نکلنے لگے تھے جب حمزہ کی نظر ایک تصویر پہ گئی۔

"آپ شادی شدہ ہیں؟" اس نے تصویر کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ نادر بھی اس طرف متوجہ ہوا۔

سرخ اور ہلکے سبز رنگ کے جوڑے میں ملبوس سرخ بالوں کو ایک طرف ڈالے تصویر میں کھڑی لڑکی مسکرا رہی تھی۔ عجیب سوگوار سی مسکراہٹ تھی وہ!

ایک لمحے کے لیے وہ مبہوت ہو کر رہ گئے۔

"نہیں۔ یہ دراصل میری امی کی شادی کی تصویر ہے۔" اس کے کہنے پر حمزہ نے ایک دفعہ اسے پھر تصویر کو دیکھا۔ نادر بس تصویر کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے یہ تصویر دیکھ رکھی تھی مگر کہاں؟

"یار کمال ہے۔ مدیحہ بھی بالکل پھوپھو جیسی دکھتی ہے۔ مگر دونوں ایک دوسرے الگ بھی ہیں۔ یہ لگ ہی نہیں رہا ہے کہ آپ نہیں ہیں۔ بالکل سیم ٹو سیم۔ آپ کی ماں حیات ہوتیں تو

www.novelsclubb.com

آپ دونوں کے درمیان صرف عمر کا فرق ہوتا۔" وہ ستائش سے بولا زرین بس مسکرادی۔ نادر نے دوبارہ سے اس لڑکی کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔

وہ دونوں جس طرح آئے تھے ویسے ہی ابا کو ساتھ لیے چلے گئے۔ زرین صوفے پہ گرسی گئی۔

اس کی ماں کی پہلی شادی کس سے ہوئی اس کا علم اسے نہیں تھا۔ تب تک نہیں تھا جب تک فصیح اسے واپس دہلی نہ لے آیا۔

"یہ کون ہیں؟" فصیح اپنی کسی ٹرپ پہ جارہا تھا۔ اس نے پیکنگ کے لیے اپنے ساتھ زرین کو بھی لگایا ہوا تھا۔ وہ الماری سے چیزیں الٹ پلٹ رہا تھا جب ایک چھوٹا سا البم نیچے گرا۔

زرین نے جھک کر اسے اٹھایا تو ایک تصویر سامنے نظر آئی جس میں ایک مرد اور عورت تھے۔ وہ اس عورت کو پہچانتی تھی۔ وہ اس کی ماں تھیں مگر یہ مرد؟

اس نے سرسری سے انداز میں اس سے پوچھا۔ فصیح کرنٹ کھا کر پیچھے پلٹا۔ اس کے ہاتھ سے وہ البم جھپٹا۔

"کون ہے یہ آدمی؟ غالباً یہ شادی کی تصویر ہے بھائی۔ کیا چھپا رہے ہیں آپ؟" اس نے فصیح کے اڑے رنگ کو غور سے دیکھا۔

"کوئی نہیں ہے۔ تم جاؤ۔ میں باقی کی پیکنگ خود کر لوں گا۔" زرین نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"آپ مجھے نہیں بتائیں گے؟ کیوں؟ کیا یہ عورت میری ماں نہیں؟ کیا مجھے کچھ بھی جاننے کا حق نہیں ہے؟" اب کی بار وہ چونکا۔

"کیا جانتی ہو تم؟"

"کچھ نہیں جانتی۔ جب بھی ابا امی پہ ہاتھ اٹھاتے تھے وہ کسی مرد کا حوالہ دیتے تھے۔ وہ کسی مرد کا نام امی کے نام سے جوڑتے تھے۔" فصیح نے اس کا ہاتھ تھاما پھر اسے لیے چھت پہ چلا گیا۔ مارچ کے مہینے کی تازہ ہوائیں چل رہی تھیں۔ وہ دونوں کرسیوں پہ بیٹھ گئے۔ فصیح نے چھت کا دروازہ ٹھیک طرح بند کر دیا تھا۔

"وہ آدمی جسے تم دیکھ کر آ رہی ہو۔ وہ میرے... میرے والد ہیں۔" اس نے آنکھیں موند کر بہت مشکل سے کہا۔ زرین ایک لمحے کے لیے ساکت ہوئی پھر سنبھل گئی۔ اسے ایسی ہی کوئی امید تھی۔

"صرف آپ کے؟"

"ہاں صرف میرے۔ ہم دونوں کی ماں ایک ہیں زرین۔ باپ نہیں۔ امی کی پہلی شادی احمد بابا سے نہیں ہوئی تھی۔ ان سے ہوئی تھی مگر کسی وجہ سے یہ شادی ٹوٹ گئی۔ بلکہ انہوں نے خود امی کو طلاق دے دی۔ تب تک میں آ چکا تھا اس دنیا میں۔ امی کے والدین پہلے ہی اس شادی سے خوش نہیں تھے پھر طلاق کے بعد وہ انہیں رکھنا بھی نہیں چاہ رہے تھے۔" اس نے زرین کے چہرے کو دیکھا۔ وہ تھوڑی مضطرب، تھوڑی شاکڈ نظر آ رہی تھی۔

"امی کے لیے دن رات کا وقت گزارنا دو بچوں کے ساتھ مشکل ہو گیا تھا۔ پھر ایسے میں احمد بابا نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ تھاما۔ ان سے شادی کی پھر تم آ گئی اس دنیا میں۔"

"دو بچے کون؟ آپ کا کوئی اور بھی بھائی یا بہن موجود ہے؟" فصیح نے مسکرا کر سر ہلایا۔ اس کے چہرے پہ الگ ہی چمک نظر آ رہی تھی۔

"میں ان سے روز ملتا ہوں۔عدالت میں۔اس لیے ہی میں ناغہ کرنے کے حق میں نہیں ہوں۔کم از کم انہیں دیکھ تو سکتا ہوں۔"

"کیسے؟"

"بابا کو۔"زرین نے کبھی ایسا رنگ نہیں دیکھا تھا اس کے چہرے پر۔

"کیا آپ بہت کلوز ہیں ان سے؟"

"نہیں۔"

"ان کی دوسری اولاد ہو گی پھر۔"وہ ہنس دیا۔

"نہیں وہ بھی نہیں ہے۔ان سے سب سے زیادہ کلوز کبیر ہے۔"

www.novelsclubb.com

"وہ جانتے ہیں کہ آپ ان کے بیٹے ہیں؟"

"نہیں وہ نہیں جانتے شاید۔یا پھر جانتے ہیں۔میں نہیں جانتا۔اور سنو تمہارے علاوہ کسی اور کو نہیں معلوم کہ مجھے سب پتا چل گیا ہے۔ابا کو بھی نہیں۔اس لیے ان کے سامنے اس بات کا ذکر مت کرنا۔وہ ہرٹ ہوں گے۔انہوں نے امی سے بہت پیار کیا ہے۔انہیں تکلیف

ہو گی۔" زرین اسے بس دیکھ کر رہ گئی۔ وہ کاش اسے بتا سکتی کہ ابا نے امی سے کبھی پیار نہیں کیا۔ کاش وہ ان سے پیار کرتے۔

گالوں کو رگڑ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ماضی کی داستانیں پھر کبھی سہی فی الحال تو بڑا کام تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوسری طرف قاسم تھانے میں بیٹھا تھا۔ اہلکار اپنے کاموں میں لگے تھے۔ کچھ وکلاء یہاں سے وہاں آتے جاتے نظر آرہے تھے۔ قاسم کے سامنے کرسی پر دو خواتین بیٹھی تھیں۔

"ہم تو پچھلے چار سال سے وہاں رہتے ہیں۔ ہم نے بس اسے کبھی کبھی آتے اور جاتے ہوئے ہی دیکھا ہے۔ اس سے زیادہ تو ہمیں نہیں معلوم اس وکیل کے بارے میں۔" قاسم اکتا چکا تھا، بار بار یہی جملہ سن کر۔ اس نے سامنے رکھی ٹھنڈی چائے کا آخری گھونٹ بھرا۔

"ٹھیک ہے جائیں، مگر جب تک اس سپلائر کا پتا نہیں چلتا۔ آپ کو کسی بھی وقت بلایا جا سکتا ہے۔" وہ اٹھ کر گئیں۔ تو ایک بوڑھا آدمی چل کر آیا۔ قاسم نے ایک حولدار کو چائے لانے کا کہا۔ یہ اس کی پانچویں چائے تھی۔

"جی بیٹا بتائیے۔"

www.novelsclubb.com

"دیکھیں جناب۔ آپ کو علم ہو گا کہ پرسوں ایک اپارٹمنٹ میں آگ لگ گئی تھی۔ ہم وہاں پہنچے تھوڑی دیر تفتیش کی تو ہمیں خفیہ طور پر اس بات کا علم ہوا ہے کہ اس علاقے میں ڈر گز بڑی تعداد میں سپلائی کیا جارہا ہے۔" انہوں نے تحمل سے اس کی بات سنی۔ وہ ایک پروفیسر تھے۔ خاصے ضعیف۔

"تو آپ کیا جاننا چاہ رہے ہیں آفیسر؟"

"ہم اس سپلائر کا پتہ جاننا چاہ رہے ہیں۔ آپ کو پچھلے دس گیارہ مہینے میں کوئی ایسا مشکوک شخص آتا اور جاتا ہوا نظر آیا ہے کبھی بھی؟ کہیں بھی؟ اس علاقے میں۔" اس نے اپنا جملہ دہرایا۔

وہ تھوڑی دیر سوچنے لگے۔

"کوئی بھی جو اب وہاں نہ رہتا ہو یا پھر وہیں موجود ہو۔" قاسم نے پیشانی دو انگلیوں سے دبائی۔ چائے اب تک آئی نہیں تھی۔ وہ مزید جھنجھلایا۔

"کوئی ایسا تو نہیں موجود ہے، لیکن ایک لڑکی ہوا کرتی تھی وہاں۔ جو تھوڑی عجیب سی تھی۔ تین سال پہلے وہاں رہنے کے لیے آئی تھی۔ ان تین سالوں میں اس کے یہاں گاڑیاں بھر بھر

کر لوگ آتے اور جاتے رہتے تھے۔اتنا بڑا علاقہ تھا۔اس نے کبھی کسی سے کوئی بات نہیں کی۔"

قاسم سیدھے ہو کر بیٹھا۔

"کیا عمر رہی ہو گی اس کی؟اور اب کہاں ہے وہ؟"

"معلوم نہیں بیٹا سال بھر پہلے اس نے اپنا گھر چھوڑ دیا۔وہ جو اونچی عمارت نہیں تھی، سرمئی پتھروں والی؟وہ بس کے سامنے والے گھر میں رہتی تھی۔عمر تو لگ بھگ یہی کوئی پچیس چھبیس سال رہی ہو گی۔" تھوڑی بہت باتیں بتا کر جو بالکل غیر ضروری لگیں اسے، وہ وہاں سے چلے گئے۔قاسم ان کے علاوہ بھی چند لوگوں سے پوچھ تاچھ کرتا رہا مگر کچھ نہیں پتا چل سکا۔

اہلکاروں کو ہدایت دیتا وہ اب وہاں سے نکل رہا تھا۔اس کا رخ سیف ہاؤس کی جانب تھا۔

کچھ تو غلط تھا۔سب کچھ اتنا پرفیکٹ کیسے ہو سکتا تھا؟کوئی ایک سرا تو ان سے چوک گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہوائیں بے حد سرد ہو چکی تھیں۔نمبر کے اوائل دن اور بڑھتی ہوئی سردی نے اس کا دل اداس کر دیا تھا۔سردیوں کی شام اسے یوں ہی اداس کر دیا کرتی تھیں۔

www.novelsclubb.com

چائے کا کپ لیے وہ اپنے کمرے کی بالکنی میں کھڑی تھی۔ ہوا سے بال اڑ اڑ کر چہرے پر آ رہے تھے۔ سفید رنگ کی ٹی شرٹ پر اس نے سرمئی رنگ کی بیگی جینز پہنی ہوئی تھی۔ آج وہ بالوں کے اڑنے سے جھنجھلا نہیں رہی تھی۔ آج اس کا ذہن کہیں اور تھا۔

ہم اگر دو دن پیچھے جائیں تو مدیحہ کبیر کو لیے گھر کے عقبی حصے میں بنے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی۔ جسے وہ تہہ خانہ کہتے تھے۔

"آپ کے گھر میں یہ تو نہیں ہوا کرتا تھا۔" وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے بولا۔ مدیحہ اس کے آگے آگے تھی۔

"بعد میں 'میں نے بنوایا تھا۔ اس کے بارے میں کسی کو نہیں معلوم۔ صرف میں جانتی ہوں، جواد جانتا ہے، اور اب تم۔" اس نے لکڑی کا دروازہ کھولا کبیر دو سیکنڈ رک کر اندر آیا۔ وہ دیواروں پہ چسپاں ان پرچیوں کو دیکھ رہا تھا۔ ایک دیوار پہ دو چار سکرین پہ کوئی منظر نظر آ رہا تھا۔

"آپ جاسوسی کیوں نہیں شروع کر دیتیں۔"

"ہر انسان اس کام میں تو نہیں جا سکتا ناں جو تم کرتے ہو۔" وہ لیپ ٹاپ پہ کوئی بٹن دبا رہی تھی۔ کبیر اس کی کرسی کی جانب آیا۔ میز پہ دونوں ہاتھ رکھے اور سکرین کی طرف جھکا۔

"ادھر لاؤنج میں دو تصویریں اور ہوا کرتی تھیں۔ جس میں تھا وکیل صاحب کے ساتھ۔ آپ نے انہیں ہٹا دیا؟"

"میں نے انہیں جلنے دیا۔ بس اپنے خاندان کو بچایا۔" وہ مسکرایا۔

"وکیل صاحب کو تکلیف ہوئی ہو گی۔"

"مائی فٹ۔ ایرے غیروں کے لیے کیسی تکلیف؟" کبیر ایک رپورٹ اٹھا کر پڑھ رہا تھا۔ دھیرے سے ہنس دیا۔

"جلتی ہیں آپ خاتون۔ ورنہ ان کا لاڈلا تو میں ہی تھا۔" مدیحہ کرسی چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس نے گہری سانس لے کر اپنی شال درست کی پھر اندر چلی گئی۔ سردی اچانک ہی بہت بڑھ گئی تھی۔ چھوٹو بھی نہیں نظر آتا تھا۔ جواد کی واپسی کا کوئی خاص علم نہیں تھا۔ تنہائی اب اسے ڈسنے لگی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.novelsclubb.com

سبز دیواروں والے سیف ہاؤس میں جاؤ تو مدیحہ دائیں گال پہ رکھے بیڈ پہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے گھٹنوں پر لحاف ڈالا ہوا تھا۔ آج اس نے شیفون کی ساڑھی پہنی تھی۔ موسم سرما شروع ہو چکا تھا اور اب میڈم بری طرح کانپ رہی تھیں۔

آج وہ کانفرنس روم کے بجائے نچلی منزل پر بنے ایک بیڈ روم میں موجود تھے۔ مدیحہ کے سامنے نادر کرسی پہ بیٹھا موبائل میں مصروف تھا۔

"بہت برا ہوا تمہارے ساتھ۔" مدیحہ کے ساتھ بیٹھے قاسم نے کھسک کر اس کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ سرمئی رنگ کی شرٹ میں ملبوس تھا۔ جس کی آستینیں کہنیوں تک فولڈ تھیں۔

"کیا ہوا ہے میرے ساتھ؟"

"تمہیں لگا ہو گا کہ ایسے ہیروئن بن کے چلتی ہوں پھر وہاں کسی کی جیکٹ ہتھیا لوں گی۔" وہ اپنی کہنی کے نیچے تکیہ درست کرتے ہوئے بولا۔ مدیحہ نے ایک تھپڑ اس کے بازو پہ مارا۔

"بکواس نہ کیا کرو میرے ساتھ۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بہت سرد ماحول ہے باہر کا۔ میں تو تمہیں اپنی شرٹ نہیں دے سکتا۔" وہ آنکھوں میں شرارت لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

"قبر میں لے کر جانا۔"

"تمہیں؟" مدیحہ نے جواب نہیں دیا۔ بس اپنے لمبے ناخن اس کے ہاتھ میں گاڑھ دیے۔ وہ ہلکا سا چیخا پھر ہنسنے لگا۔ عین اسی وقت کوئی دروازہ کھول کر اندر آ رہا تھا۔ اس نے سفید شرٹ پر سیاہ جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ بھوری آنکھوں میں تھکن نظر آ رہی تھی۔ مرے ہوئے سے قدم اٹھاتا وہ اندر آیا۔ سامنے بیڈ پر نظر گئی تو لمحے بھر کے لیے وہ ٹھٹھک گیا۔ نظر گھما کر کھڑکیوں اور روشن دانوں کو دیکھا۔ کھڑکیاں بند تھیں مگر روشن دان کھلے تھے۔

"دیکھو تمہارا ہیرو آ گیا۔ اب یہ تمہیں اپنی جیکٹ دے گا۔" قاسم نے کبیر کی جیکٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"میں ٹھنڈ میں جم کر اکڑ جانا پسند کروں گی۔" اس نے بھی اسے دیکھتے ہوئے سرگوشی ہی کی۔ جو روشن دانوں کے پٹ گرا رہا تھا۔

"لکڑیوں کا انتظام کرو، نادر۔" وہ بھی اس کے ساتھ ہی کرسی گھسیٹ کر بیٹھا۔ کمرہ چھوٹا سا تھا۔ ایک کونے میں بیڈ رکھا تھا۔ اس کے سامنے دو پرانے صوفے تھے۔ اس کے علاوہ ایک میز اور دو چار کرسیاں رکھی گئی تھیں۔

"ہیٹر سے کیا پرابلم ہوگئی آپ کو؟" نادر نے موبائل پر کسی کا جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے نہیں تمہاری میڈم کو پرابلم ہے۔ دم گھٹنے لگتا ہے ان کا۔ عام انسانوں کے مقابلے انہیں سردی بھی بہت لگتی ہے۔ آئندہ یہ روشن دان وغیرہ دیکھ لینا، کھلے نہ رہیں۔" مدیحہ کے کانوں تک یہ آواز گئی تو وہ بری طرح چونکی تھی مگر چہرے سے کچھ ظاہر نہ ہونے دیا۔

"تمہارا کام نہیں ہو سکا؟" اس نے قاسم سے پوچھا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"کسی کو کچھ نہیں پتا۔ کیمرے وغیرہ بھی دیکھ لیے ہیں۔ کچھ نہیں ملا۔ مجھے سمجھ نہیں آرہا ہے، یہ اتنا شاطر دماغ انسان ہے کون؟ ہر بار مجرم کوئی نہ کوئی ثبوت ضرور چھوڑتا ہے۔ اس نے کتنی صفائی سے کام کیا ہے۔" کبیر نے سر ہلایا۔ اسے پھر سے زکام ہوا تھا۔ سرخ ناک لیے وہ بہت پیارا لگ رہا تھا۔ مدیحہ لحاف سینے پہ لپیٹے اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔" وہ اٹھ کر بیٹھی۔ سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"فصیح پر اس کے قتل سے تقریباً پچیس تیس دن پہلے چار ریپ کیس فائل کیے گئے تھے۔ چار میں سے تین ایک لڑکی نے کیے۔ الگ الگ ثبوت پیش کر کے۔ دوسری لڑکی کون تھی، کہاں گئی؟ نہیں پتا۔" کبیر کی پیشانی پہ بل نمودار ہوئے۔ قاسم بھی داڑھی کھجاتے ہوئے چونکا۔ یہ تو نئی خبر تھی۔

"اٹیمپٹ کے چار جز تھے؟" قاسم نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

"نہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ فصیح اس کے ساتھ وقتاً فوقتاً یہ کام کرتا رہا ہے۔" مدیحہ نے ہاتھوں کو آپس میں رگڑتے ہوئے جواب دیا۔

"کون ہے؟" یہ سوال کبیر کی طرف سے آیا۔

"سیاستدان کی بیٹی ہے۔ دو چار دنوں میں منگنی ہے اس کی۔ تانیہ نام ہے۔" کبیر لب کاٹتے ہوئے سنتا رہا۔

"میں ان محترمہ کو دیکھ لوں گا۔ پہلے ایسا کرو اس چوکیدار کو لے آؤ۔ اگر وہاں بھی بات نہ بنے تو..."

www.novelsclubb.com

"اگر وہاں بھی بات نہ بنے تو میرے پاس ایک پلان ہے۔" وہ کبیر کی بات کاٹ کر بولی۔ پھر اپنا موبائل اٹھایا۔لحاف ہٹاتی وہ چل کر ان کی طرف آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ویڈیو چلا کر موبائل ان کے سامنے کر دیا۔

اس ویڈیو میں ایک کتا تھا۔اس کے مالک نے ہڈی پھینکی تو وہ بھاگ کر اسے اٹھا لایا۔مالک نے یہی عمل کئی بار دہرایا۔وہ ہر بار اسی طرح اسی جزبے سے جاتا اور خوشی خوشی مالک کے سامنے ہڈی رکھ دیتا۔

ویڈیو ختم ہوا۔کبیر نے اس کا موبائل اسے تھمایا۔مدیحہ نے موبائل پکڑی تو دونوں کے ہاتھ مس ہوئے۔مدیحہ کے ہاتھ کسی برف کی طرح ٹھنڈے تھے۔

"میں نہیں سمجھا۔اس کا اس چوکیدار سے کیا تعلق ہے؟" نادر نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا۔

"زرین سے تعلق ہے۔زرین کے مطابق وہ جب بھی کبھی کسی تھانے یا دوسری جگہ جاتی تھی۔جہاں سے انہیں انصاف ملے تو وہ اس کے پیچھے آتے تھے۔وہ نہ بھی پیچھے آئیں تو انہیں کہیں نہ کہیں سے دھمکی مل جایا کرتی تھی۔ہم اسی بات کا فائدہ اٹھانے والے ہیں۔" مدیحہ وہیں بیٹھ گئی تھی۔

"یعنی زرین کو آگے بھیجنا ہے تاکہ وہ اس کے پیچھے آئیں، پھر ہم انہیں چاروں طرف سے گھیر لیں؟" مدیحہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"زرین ان تعاقب کاروں کے لیے ہڈی کا رول پلے کرے گی۔ پھر ہم انہیں اپنے جال میں لپیٹ لیں گے۔"

"وقت پہلے ہی برباد ہو چکا ہے۔ مزید کریں گے تو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جتنا چالاک وہ آدمی ہے۔ اگر اس نے کوئی ثبوت غلطی سے چھوڑ بھی دیا ہو گا تو وہ اب تک اسے مٹا چکا ہو گا۔ مجھے یہ بالکل درست فیصلہ لگ رہا ہے۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری مجھ پہ چھوڑ دو۔" قاسم نے موبائل میں وقت دیکھتے ہوئے کہا۔ اسے جلدی نکلنا تھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر زرین یہ سب کر لے گی؟" کبیر نے مدیحہ کو دیکھا۔ جس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔

"میں اس کی مدد کروں گی۔" کبیر مسکرایا۔ جواباً وہ بھی مسکرائی۔ قاسم نے نگاہ پھیر لی۔

"مجھے کام ہے۔ میں کل جوائن کرتا ہوں۔" قاسم اٹھ کھڑا ہوا۔ کبیر نے بس سر ہلایا۔

"میں گھر کیسے جاؤں گی قاسم؟ مجھے ساتھ لے چلو۔"

www.novelsclubb.com

"کبیر ڈراپ کر دے گا۔" وہ مدیحہ کے بال بگاڑتا وہاں سے نکل گیا۔

وہ جب تک چلا نہیں گیا مدیحہ اسے دیکھتی رہی۔ کچھ اسے عجیب لگا تھا مگر کیا؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سنگاپور کے ایک وسیع ہوٹل میں جاؤ تورا بیل سلک کی میکسی میں ملبوس بیڈ پہ لیٹی تھی۔

آنکھیں بند تھیں اور لب مسکرا رہے تھے۔ ابھی وہ تھوڑی دیر پہلے شوٹ سے واپس آئی تھی۔

"میرا دل خوش کیا ہے تم نے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ جواباً نجانے کیا کہا گیا وہ ہنسنے لگی۔

پیاری اور خوبصورت ہنسی کہ مقابل دل تھامنے پر مجبور ہو جائے۔

"ایک بات کا خاص دھیان دینا۔ پچھلی بار کی طرح قتل نہیں کرنا ہے۔ بس اسے خوار کرنا ہے۔ اس کا شمار زندہ لوگوں میں ہو نہ مرے ہوئے میں۔" اس کی آواز، لہجہ سب بدلا ہوا تھا۔

"آپ جیسا کہیں گی ویسا ہی ہو گا۔"

"ایک بات کا اور خیال رہے۔ اس دفعہ تمہارے حوالے میں نے ایک عورت کی ہے۔ اس پہ ریپ کیس نہیں چلا سکتے ہم۔" وہ اٹھ کر بیٹھی۔ پیروں کو ہیل سے آزاد کیا۔

"اور سنو۔اس کے آس پاس بھٹکنے کی ضرورت نہیں ہے۔اگر کبیر کی نظر پڑ گئی تو وہ جینا حرام کردے گا تمہارا۔اب اگلی کال مجھے تب کرنا،جب میرا کام ہو چکا ہوگا۔"اس نے موبائل بیڈ پہ اچھالا پھر مسکراتے ہوئے آنکھیں موندلیں۔

ایک منظر آنکھوں میں تازہ ہو گیا۔

دہلی میں آج پھر بارش ہو رہی تھی۔وہ سیاہ رنگ کا باڈی کون پہنے آنکھوں پہ گلاسز سجا کر شاپنگ مال میں گھوم رہی تھی۔لوگوں کا ہجوم اس کے گرد سے کچھ دیر قبل ہی ہٹا تھا۔

وہ ایک ادا سے بالوں کو گھماتے ہوئے چل رہی تھی جب کوئی اس سے ٹکرا گیا۔اس سے پہلے کہ ٹکرانے والا آگے جاتا رابیل نے اسے کہنی سے تھام کر اپنے سامنے کیا۔

وہ خوبصورت سی جرنلسٹ چونکی۔اسے دیکھ کر اس کے چہرے کے تاثرات بدلے۔

"ایکسیوزمی؟"مدیحہ نے گڑبڑا کر پوچھا۔

"تمہارا ہر دفعہ مجھ سے ٹکرانا اتفاق ہے یا قدرت مجھے اشارہ کررہی ہے۔"مدیحہ نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"اتنی خوشفہمی کس لیے؟ رابیل ملک؟ نہ میری آپ سے کبھی ملاقات نہ ہوئی۔نہ میں چاہتی ہوں کہ مجھے آپ سے کبھی ملنا پڑے۔پھر یہ بلاوجہ کی بات کس لیے کر رہی ہیں آپ؟"

"ایک بات میری دھیان سے سنو۔مجھ سے دور رہا کرو۔اسے میری وارننگ سمجھنا۔"اس کے ناخن مدیحہ کے بازو میں دھنسے جا رہے تھے۔اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ آزاد کیا۔یہ کیا عجیب حرکت تھی اس کی؟ جاہل!

"ایک وارننگ میری طرف سے بھی۔تم بھی مجھ سے دور رہو،رابیل ملک۔"وہ چل کر اس کے قریب آئی پھر ایک ایک لفظ رک کر ادا۔

"کیونکہ مجھے تم سے پلاسٹک کی بو آتی ہے۔"رابیل کے چہرے کا رنگ اڑا۔مدیحہ من ہی من اسے برا بھلا کہتی وہاں سے نکل گئی۔

بیڈ پہ ساکت لیٹی رابیل کے اندر ایک قیامت جنم لے رہی تھی۔اس نے ایک ہاتھ سے اپنے چہرے کو چھوا۔

'مجھے تم سے پلاسٹک کی بو آتی ہے۔'

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.novelsclubb.com

نادر چائے بنانے کے لیے اٹھ گیا تھا۔ مدیحہ اس کرسی پر آ کر بیٹھ گئی۔ جس پر نادر بیٹھا تھا۔ کبیر گود میں لیپ ٹاپ رکھ کر بیٹھا تھا۔

"اس کے باپ نے مجھے انویٹیشن بھیجا ہے۔ میرے ہوٹل میں ہی سیریمنی ہو گی۔ اس کے منگیتر کا پتہ کرو نادر۔" وہ انسٹا گرام پر اس لڑکی کو اسٹاک کر رہے تھے۔ کبیر نے چھوٹے سے کچن میں موجود نادر سے کہا پھر گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ جو چپ چاپ اپنے ناخنوں کو دیکھ رہی تھی۔

"چلیں گی؟" مدیحہ نے اسے دیکھا پھر بجتے دانت کو قابو کر کے اثبات میں سر ہلایا۔

کبیر کرسی سے اٹھا۔ لیپ ٹاپ کو اس کی جگہ پہ رکھ کر وہ کمرے سے باہر نکلا۔ دو چار منٹ کے بعد وہ اور نادر ساتھ واپس آئے۔

"تم اس کو دیکھ لینا۔ میں میڈم کو گھر ڈراپ کر دیتا ہوں۔" نادر سے بات کرتے ہوئے اس نے ایک جیکٹ اس کے کندھے پہ رکھی۔ مدیحہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ نادر کی طرف متوجہ تھا۔

"چائے پی کر باہر آئیں۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔" وہ بیرونی دروازے کی طرف چلا گیا۔

www.novelsclubb.com

کبیر ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا تھا۔ مدیحہ پچھلی نشست پر تھی۔ نادر تھوڑی دیر کے بعد ایک میٹرو اسٹیشن پر اتر گیا۔ اور وہ موبائل فون پہ لگی ہوئی تھی۔ مدیحہ نے بلاارادہ ہی بیک ویو مرر میں دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ بھوری آنکھیں سیاہ آنکھوں سے ملیں۔

وہ اسے نظر انداز کر کے ایک وائس میسج سننے لگی۔ یہ ایک ڈاکٹر کی جانب سے تھا، جس کے دو نمبر کاموں پر مدیحہ نے کل رپورٹ لکھی تھی۔

"تم دو کوڑی کی عورت، تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے خلاف کچھ بھی لکھنے کی۔ ایک لمحے میں مسل کر رکھ دوں گا میں تمہیں۔ اس وقت میری ڈیوٹی ہے۔ اگلے دو چار دنوں میں خود تمہیں دیکھتا ہوں۔" آخر میں اس نے کئی گالیاں دی تھیں اسے۔ وہ جو اسے نظر انداز کرنے کے لیے سن رہی تھی۔ اسے گاڑی روکتا ہوا دیکھ چونکی۔ اس کے لیے ایسے میسجز عام بات تھی۔

"کس جگہ کام کرتا ہے وہ؟"

"یہیں قریب میں۔" مدیحہ نے اس ہاسپٹل کا پتا بتایا۔ وہ یہاں سے تقریباً بیس منٹ کی ڈرائیو پر تھا۔

"اسے اپنی لوکیشن بھیجیں اور کہیں کہ ابھی اسی وقت ڈیوٹی چھوڑ کر آئے اور جو بتانا چاہتا ہے، آکر بتائے۔" مدیحہ نے بیک ویو مرر میں دیکھا۔ کبیر کی پیشانی پہ ڈھیروں بل تھے۔

"سوچیں مت میں نے جو کہا ہے، وہ کریں۔" مدیحہ نے اسے جواباً میسج بھیجا۔

"سچ لکھنے کی ہمت ہے تو سچ لکھنے بعد نکلنے والی گھٹیا آوازوں کا گلا دبانا بھی سیکھیں۔ اب یہ آپ کو کچھ نہیں کہے گا۔" مدیحہ نے بس سر ہلایا۔ وہ دوبارہ ڈرائیو کرنے لگا۔

ان میں سے کوئی بھی اب مدیحہ کو یوں اکیلے آنے جانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

سارے راستے دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ وہ اسے ڈراپ کر کے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی کئی باوردی گارڈز مدیحہ کے گھر کے باہر کھڑے ہو گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے آٹھ بج رہے تھے اور مدیحہ کچن میں موجود تھی۔ اس نے ڈھیلی سی ٹی شرٹ پہ شلوار پہنی ہوئی تھی۔ وہ گرما گرم روٹیاں پکا کر ڈائیننگ ٹیبل پر رکھ رہی تھی۔ جہاں چھوٹو موبائل میں مصروف بیٹھا تھا۔ باہر دھند نے اپنا پہرا دینا شروع کر دیا تھا۔

"بس کر دیں۔ ایک تو پہلے ہی کھا چکا ہوں۔" اس نے کچن میں اسے کھڑا دیکھ کر کہا۔

"ایک روٹی؟ یہ عمر ہے تمہاری ایک روٹی کھانے والی؟ایک روٹی کو دیکھو اور اپنے آپ کو دیکھو۔" وہ اندر سے اونچی آواز میں بولی۔ دفعتاً کوئی ڈائننگ ٹیبل کی ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھا۔

"میری عمر اور روٹی کا کیا تعلق؟*

" تعلق کیوں نہیں ہے۔ وزن دیکھا ہے اپنا؟ پرانے وقتوں میں تمہاری عمر کے لڑکے جنگوں پر جایا کرتے تھے اور سنو جانے سے پہلے کم از کم چار بچے بھی پیدا طرح جایا کرتے تھے۔" وہ باہر آتے ہوئے بولی۔ چھوٹو سر جھکا کر ہنسنے لگا۔ مدیحہ نے روٹی اس کی پلیٹ میں ڈالی پھر سامنے بیٹھے مرد کو دیکھا۔ وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ اپنی پلیٹ میں سالن نکال رہا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" وہ کرسی پر بیٹھی۔ کبیر نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر پلیٹ کی طرف اشارہ کیا جیسے کہہ رہا ہو کہ کھانا کھا رہا ہوں۔

"آج ان محترمہ کی منگنی ہے۔ آدھے گھنٹے تک آپ تیار ہو جائیں گی؟" مدیحہ کھانا ختم کر کے پانی پی رہی تھی۔ اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

اس کے جاتے ہی وہ چھوٹو کی طرف متوجہ ہوا۔ جو پوری طرح سے موبائل میں لگا ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

"تمھیں کیا ہوا؟ اتنے غور سے کیا دیکھ رہے ہو؟ کہیں چار بچے پیدا کرنے کے بارے میں تو نہیں سوچ رہے ہو۔" چھوٹو ہنسنے لگا۔ پھر موبائل اس کی طرف بڑھایا۔

"انسٹا گرام پر ایک ریل ہے۔ جس میں سوال لکھا ہے کہ نعمت کیا ہوتی ہے، صرف ایک لائن میں جواب دیں۔" کبیر نے دیکھا پھر سر ہلایا۔

"آپ بتائیں سر۔ نعمت کیا ہوتی ہے؟"

"دہلی میں رہتے ہوئے بھی پھیپھڑوں کا سلامت ہونا۔" وہ اتنا کہہ کر اٹھ گیا۔ اس کا رخ مدیحہ کے کمرے کی طرف تھا۔

وہ جھنجھلا کر بیڈ پر کپڑے پھینک رہی تھی۔ اسے بالکل سمجھ نہیں آرہا تھا کون سی ساڑھی پہنی جائے۔ ابھی وہ لب کچلتے ہوئے دیکھ ہی رہی تھی کہ کسی نے ایک ساڑھی اس پر لگائی اور اس کا رخ آئینے کی طرف کر دیا۔

مدیحہ نے آئینے میں نظر آتے اپنے اور اس کے عکس کو دیکھا۔ جامنی رنگ کی ساڑھی جس پر موتیوں کا کام ہوا تھا۔

"ولیمہ ہے میرا؟" اس نے کبیر سے پوچھا۔

"معزرت مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ نے اپنی شادی کی شاپنگ ابھی ہی کرلی ہے۔" وہ اب جھک کر دوسری ساڑھی اٹھا رہا تھا۔

"میں کچھ بھی کروں، تمہیں اس سے کیا؟" اس نے ایک ہلکے نیلے رنگ کی بنارسی ساڑھی اس پر لگائی۔ پرفیکٹ!

"ویسے جامنی رنگ ولیمے پر پہنیں گی تو نکاح کے لیے کون سا رنگ منتخب کیا ہے؟" وہ اس کے عکس کو دیکھ رہا تھا۔ بغیر پلک جھپکے۔ بغیر سانس لیے۔

"سفید۔" کبیر کے ماتھے پر بل پڑے۔ مدیحہ نے اس کے ہاتھ سے ساڑھی لی۔ اس کا رخ ڈریسنگ روم کی جانب تھا۔

"سفید کیوں؟ یہ کون سی بات ہوئی؟ سرخ کیوں نہیں؟" مدیحہ نے دروازہ بند کیا۔ کبیر بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"میری شادی۔ میری مرضی۔ تمہیں اس سے کیا؟"

"شادیوں پہ تو سرخ رنگ ہی اچھا لگتا ہے۔" غالباً لبوں میں سگریٹ دبالی گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"تمھیں بہت تجربہ ہے۔ کتنی شادیاں کر کے آ رہے ہو؟" سادہ سے انداز میں سوال کیا گیا مگر کبیر کے چہرے کے سارے رنگ اڑے۔ اس نے ڈھیر سارا تھوک نگلا۔ نجانے کیوں وہ لاجواب ہوا۔ سر جھٹک کر وہ اس کے کپڑوں کو چیک کرنے لگا پھر مطمئن ہو کر واپس بیٹھ گیا۔

"گاڑی میں جا کر میرا انتظار کرو اور سنو یہ شال بھی رکھ لو۔ واپسی پر ٹھنڈ بڑھ جائے گی۔" وہ عجلت میں کہتی باہر آئی۔ کبیر نے اس کے ہاتھ سے شال لی۔ وہ بغیر کچھ کہے باہر نکل گیا۔

جس کام کے لیے وہ آیا تھا۔ اب وہ مکمل ہو چکا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نئی دہلی کے مہنگے ترین ہوٹل کی لابی میں وہ دونوں موجود تھے۔ سفید رنگ کا وہ چمکتا ہوا ہوٹل بے حد حسین تھا۔ انگیج منٹ کا فنکشن تیسری منزل پر تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ مدیحہ نے بے ساختہ ہی جھرجھری لی۔

کبیر اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے اندر کی جانب بڑھنے لگا۔ مطلوبہ فلور پہ پہنچنے سے پہلے وہاں کا اسٹاف کبیر کے آگے پیچھے باس باس کرتا ہوا الگ گیا تھا۔

"دہلی میں کچھ ایسا ہے جو تمہاری ملکیت نہ ہو؟" مدیحہ کو کوفت ہوئی۔ وہ زیر لب مسکرایا۔

اسے سر سے لے کر پاؤں تک دیکھا۔ بنارسی ساڑھی میں ملبوس خوبصورت چہرے پہ خفگی سجائے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"ہے نا۔"

"کیا؟"

"آپ۔" وہ سٹپٹا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ کبیر دھیرے سے ہنس دیا۔

سارا اہل امراء، سیاست دانوں اور بھارت کے سبھی کرپٹ لوگوں سے بھرا پڑا تھا۔ کبیر سب سے مسکرا کر مل رہا تھا اور وہ ایک کونے میں کھڑی بیزاری سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔

تانیہ نامی وہ لڑکی ایک ادا سے یہاں وہاں لوگوں سے مبارکباد لے رہی تھی۔ اس کے ساتھ کھڑا منگیتر اسے کبیر تک لے آیا۔ کبیر نے نجانے کیا اس لڑکی کے منگیتر کی طرف جھک کر کہا۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا پھر سر اثبات میں ہلایا۔ کبیر نے تانیہ کو آگے چلنے کا اشارہ کیا مگر اس نے کبیر کے بازو کو تھام کر قدم آگے بڑھائے۔

مدیحہ نے یہ منظر دیکھ کر بے چینی سے پہلو بدلا۔ نجانے کیوں!

وہ اب اسے لیے لفٹ کی جانب بڑھ رہا تھا۔ مدیحہ ان کے پیچھے ہی تھی۔ وہ اسے لیے اسی کمرے میں آیا جہاں مدیحہ پہلے سے ہی موجود تھی۔

"یہ یہاں کیا کر رہی ہے؟" تانیہ نے نا سمجھی سے کبیر کو دیکھا۔ جس کے تاثرات کسی پتھر کی طرح سخت لگ رہے تھے۔

"بیٹھو اور جو بھی سوال کیا جائے۔ اس کا صحیح صحیح جواب دو۔" کبیر نے ایک کرسی اس کی طرف بڑھائی۔

"کیسا سوال؟"

"فصیح پر ریپ کا الزام کیوں لگایا تھا تم نے؟" چند لمحے وہ نا سمجھی سے ان دونوں کا منہ دیکھتی رہی پھر اوہ کہہ کر کرسی پر بیٹھی۔

"اچھا وہ الزام؟ ہاں لگایا تھا۔ میرے باپ کے خلاف اس نے کیس لڑا تو اس کے ساتھ میں نے یہ کیا۔" وہ گہری سانس لے کر بولی۔

"تو تم اعتراف کر رہی ہو کہ تم نے جھوٹا الزام لگایا تھا؟" مدیحہ اس کے عین سامنے آکر رکی۔ وہ لڑکی مسکرائی۔

"ہاں کر رہی ہوں۔اور تم لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔وہ انسان مر چکا ہے اور میرا کیس فائلوں سے غائب ہو چکا ہے۔تم لوگ میرے اس اعتراف سے بھی میرا کچھ نہیں کر سکتے۔"وہ چیلنج دیتی نگاہوں سے بولی۔کبیر نے سگریٹ سلگائی۔جھنجھلاہٹ کسی صورت تو کم کرنی ہی تھی۔

"جو کچھ کرنا ہو وہ تمہیں بتا کر کریں گے؟"مدیحہ نے سینے پہ بازو لپیٹ کر کہا۔وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"بتا کر کرو یا بغیر بتائے۔میں جانتی ہوں تم لوگوں کی حیثیت کیا کرنے کی ہے۔"کبیر نے پیشانی مسل کر ڈھیروں ضبط کیا۔جبکہ مدیحہ مسکرائی۔اب تو بہت ضروری ہو گیا تھا کہ بتا دیا جائے وہ کیا کیا کر سکتی ہے۔

"بہت جلد تم سے پھر ملاقات ہو گی۔گڑے مردے بھی اکھڑیں گے اور کیس فائلوں میں بھی لکھ دیا جائے گا۔"مدیحہ نے آنکھیں جھپک کر کہا۔

کبیر نے اس کو اشارہ کیا۔وہ دونوں اب وہاں سے نکل رہے تھے۔وہ لڑکی بھی بالوں کو سیٹ کر کے باہر نکلی مگر کمرہ چھوڑنے سے پہلے وہ کسی کو کال کرنا نہیں بھولی۔

www.novelsclubb.com

"تمہارا شک صحیح نکلا۔وہ فصیح کے قاتلوں کو ڈھونڈ رہے ہیں۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے ڈیڑھ بج رہے تھے۔کمرے میں پھیلی مدھم روشنی میں رکھا اس کا موبائل بج رہا تھا۔آج سردی نے اپنا سارا ریکارڈ توڑ دیا تھا۔چاروں طرف دھند ہی دھند تھی۔

تولیے میں بالوں کو لپیٹتی وہ واشروم سے باہر نکلی۔سیاہ رنگ کے شلوار قمیض میں اس کی دودھیا رنگت دمک رہی تھی۔

"قاسم۔"اس نے آگے بڑھ کر کال ریسیو کی۔

"مدیحہ۔"

"ڈونٹ ٹیل می۔تم اس وقت میرے گھر کے باہر کھڑے ہو۔"وہ بالکنی کا دروازہ کھول باہر نکلی۔سرد ہوا کے جھونکے نے اس کا استقبال کیا مگر وہ سڑک پہ موجود اس مرد کو دیکھ رہی تھی۔

جو موٹر سائیکل پر کان سے موبائل لگائے بیٹھا اسی جانب دیکھ رہا تھا۔یوں جیسے اسے پوری امید تھی کہ وہ بس آتی ہی ہو گی۔

"تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟"اس نے سرگوشی کی۔نیچے موجود مرد مسکرایا۔

"پولیس نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔فرار کی ساری راہیں بند ہو چکی ہیں۔ لحاظہ بغیر کسی ہوشیاری کے خود کو ہمارے حوالے کر دیں۔" وہ بہت سنجیدگی سے بولا۔مدیحہ نے کان سے موبائل ہٹا کر وقت دیکھا۔

"کس جرم میں گرفتار کیا جا رہا ہے مجھے؟" وہ بالکنی میں کھڑی کانپ رہی تھی۔یقیناً اس نے شاور لے کر غلطی کر دی تھی۔اب وہ کھڑی بری طرح کانپ رہی تھی۔

"اپنے عشق میں گرفتار کرنے جیسا سنگین جرم کیا ہے آپ نے۔" وہ ہنس دی۔مگر وہ نہیں ہنسا۔وہ مسکراتی آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا۔

"یہ تو بہت بڑا جرم ہو گیا۔سزائے موت ملے گی؟"

"انہوں۔اس سے بھی زیادہ بری سزا۔" موبائل کان سے لگائے وہ نرم نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"وہ کیا؟" اس نے سینے پہ بازو لپیٹا۔

"چائے پینے چلنا پڑے گا میرے ساتھ۔ابھی اسی وقت۔" مدیحہ نے ایک تاسف بھری نگاہ اس پہ ڈالی پھر واپس پلٹ گئی۔

"تمہارے شوق دن بہ دن بہت نرالے نہیں ہوتے جارہے ہیں؟" وہ دروازہ کھول کر جانے ہی لگی تھی کہ ننگے پاؤں کا احساس ہوا۔ باہر کھڑا وہ مرد ساحر تھا۔ اپنے سحر میں جکڑ لیتا تھا پھر ننگے پاؤں ہوں یا ننگے سر احساس ہی نہیں ہوتا۔

"چائے پینا کوئی جرم تو نہیں۔ اکیلے پیتا تو ضرور مجرم کہلایا جاسکتا تھا۔ پھانسی پہ نہیں لٹکنا چاہتی ہو تو فوراً آؤ۔" اس نے لاؤنج میں رکھی شال اپنے کندھوں پر ڈالی پھر ایک سادہ سی چپل پہن کر باہر نکلی۔

"کار سے چلتے ہیں ناں۔" وہ اس کے قریب جا کر بولی۔ قاسم نے اسے گھور کر دیکھا اور کال کاٹ کے موبائل جینز کی جیب میں گھسایا۔

"بالکل نہیں۔" مدیحہ اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ قاسم نے احتیاط سے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی۔

"اگر مجھے کچھ ہوا ناں تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم مجھے نہ چھوڑو۔ مت چھوڑنا۔ کبھی مت چھوڑنا۔" وہ اس کے لہجے میں موجود آس نہ محسوس کر سکی۔ ہر طرف دھواں دھواں سا محسوس ہو رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک ڈھابے پہ موجود تھے۔جسے سنہرے رنگ کے قمقموں سے سجایا گیا تھا۔اس کے اندر کی طرف کئی میز اور کرسیاں رکھی تھیں۔جس پر اکا دکا لوگ آگ جلائے بیٹھے تھے۔اور باہر کی طرف لکڑی کی بینچ رکھی گئی تھیں اور ساتھ ہی کچھ کرسیاں تھیں۔وہ اسے لیے بینچ پر بیٹھا۔مدیحہ بینچ کے ساتھ رکھی کرسی پہ بیٹھ گئی۔

اس کی ناک سرخ ہو گئی تھی لب باقاعدہ کپکپانے لگے تھے۔اس نے شال اچھی طرح لپیٹی۔

"یااللہ میں سچ میں بیمار ہو جاؤں گی۔آگ کی طرف چلو ناں۔" قاسم اس کے عین سامنے بیٹھا تھا۔اس نے اپنے پاؤں جوتوں سے آزاد کیے۔

"تو تم میری خدمت اپنے جوتے پیش کر رہے ہو؟"

"غلط بات میں آپ کی خدمت میں خود کو پیش کر رہا ہوں۔" گندمی رنگت والا مرد مسکرایا۔پھر جھک کر مدیحہ کی چپل اتاری اور اس کے دونوں پاؤں اپنے پاؤں پر رکھے۔اس طرح اسے شاید کچھ گرمائش کا احساس ہو گا۔

"ہاں جی کیا مسئلہ ہے؟" وہ اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر بولا۔مدیحہ کے ہاتھ بہت سرد تھے۔ قاسم نے ان پر دباؤ ڈالا۔اس کے ہاتھوں کی گرمائش سے مدیحہ کو راحت ملی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں پھر سے کہہ رہی ہوں۔ اگر میں بیمار ہوئی ناں تو۔"

"نہیں ہوگا بھئی تمہیں کچھ۔ مرد بنو۔ بات بات پہ رو کیا رہی ہو۔" وہ اس کی بات کاٹ کر بولا۔ چند لمحے وہ اسے دیکھتی رہی پھر نفی میں سر ہلا کر رخ موڑ لیا۔

ان کی چائے آ گئی تھی اور ساتھ ہی ایک لڑکا آگ جلانے کے لیے لکڑیاں جوڑنے لگا۔

مدیحہ اس کی ساری کارروائی غور سے دیکھ رہی تھی اور سامنے بیٹھا وہ پولیس والا اسے۔

"صاحب اندر ہیٹر ہے۔ وہاں چل کر بیٹھیں۔" قاسم نے نفی میں سر ہلایا۔ لکڑیوں نے آگ پکڑ لی تھی مگر مدیحہ کی کرسی تھوڑی دور تھی۔

"کیا فائدہ ہوا اس کا؟" مدیحہ نے اس کی جانب دیکھا۔ قاسم کچھ نہ بولا بس مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھاما پھر آگے جھک کر کرسی اپنی طرف گھسیٹی۔ ایک لمحے کے لیے وہ گڑبڑا گئی۔

"تم ناراض کس بات پہ ہو؟" مدیحہ نے چائے سے اڑتی بھاپ کو دیکھا۔ وہ فضا میں غائب ہو رہی تھی۔

"کوئی مجھے تکلیف دے تو تم کیا کرو گے؟" اس نے پہلا گھونٹ بھرا۔ رگوں میں سکون کی ایک لہر دوڑ گئی۔

"کچھ نہیں۔" مدیحہ نے اسے دیکھا۔وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔"بس اس کی جان لے لوں گا۔"

"واقعی؟ پھر پنکھے سے لٹکنے والے ہو یا نس کاٹو گے؟ ویسے میں زہر کا بھی بندوبست کروا سکتی ہوں۔" وہ طنزیہ ہنسی ہنستے ہوئے بولی۔چائے کا گھونٹ بھرتے ہی سردی کا احساس کم ہو گیا تھا۔ مدیحہ نے اپنے پاؤں ہٹا لیے۔ قاسم نے ناگواری سے اسے دیکھا پھر جھک کر نرمی سے اس کے پاؤں کو دوبارہ اپنی جگہ پر رکھ دیا۔اس نے بھی احتجاج نہ کیا۔

"میں نے تمہیں تکلیف دی ہے؟"

"ہاں۔" وہ بس خفگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیسے؟"

"اپنے رویے سے قاسم۔اس روز تم سیف ہاؤس سے جان بوجھ کر گئے تھے۔ تمہیں کوئی کام نہیں تھا۔اس روز اس لڑکی کی انگیج منٹ کا انویٹیشن تمہیں آیا تھا مگر۔" قاسم نے اپنی نگاہیں چرا لیں تو وہ چپ ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

"تمہیں لگتا ہے کہ تم اگر جگہ چھوڑ دو گے۔ تم چلے جاؤ گے تو میرے اور کبیر کے حالات ٹھیک ہو جائیں گے ؟اول تو مجھے اس کے ساتھ کوئی رابطہ رکھنا ہی نہیں ہے اور اگر اللہ نہ کرے میرا ایسا ارادہ ہوا تو میں تمہیں کیوں قربان کروں گی؟"

"میں ایسا نہیں سوچتا۔"

"پھر کیسا سوچتے ہو؟ میں نہیں جانتی تم کیا سوچ رہے ہو، قاسم۔ لیکن مجھے ہرٹ ہو رہا ہے۔ میں ہر روز انتظار کرتی ہوں۔ روٹیاں زیادہ بناتی ہوں۔ کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ میں کچن سے باہر آؤں گی تو ڈائننگ ٹیبل پہ تم بیٹھے میری پلیٹ سے کھانا کھا رہے ہو گے۔"اس کی آواز نم ہوئی۔ نجانے کیوں!

"میں راہ تکتی ہوں کہ کب تم مجھے زبردستی اپنے ساتھ یوں کہیں بھی لے کر چلے جاؤ گے۔ میں انتظار کرتی رہتی ہوں اور تم نہیں آتے قاسم۔ میں تمہیں بلاتی ہوں پھر بھی تم نہیں آتے۔ یاد رکھنا کسی دن میں چلی گئی تو چاہے جتنا پکارو۔ میں نہیں آؤں گی۔"اس دھمکی پر وہ کرنٹ کھا کر سیدھا ہوا۔ گلا کھنکارا۔

"اپنی سوچ اور اپنا رویہ بدلو۔ میری زندگی میں جو تمہارا مقام ہے، وہ کبھی کسی کا نہیں ہو سکتا۔ تمہیں لگتا ہے ہمارے درمیان کسی تیسرے کی گنجائش ہے؟" وہ بہت دھیرے سے بولی۔

"مدیحہ میں مصروف ہوتا ہوں۔ بچوں والی باتیں کر رہی ہو اور چلو واپس چلتے ہیں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ وہ اپنی جگہ سے ہلی بھی نہیں۔ قاسم کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ مدیحہ نے ہاتھ نہ چھوڑا۔ وہ چند لمحے اسے یوں ہی دیکھتا رہا۔ کچھ تھا اس کی آنکھوں میں جو وہ کچھ کہہ نہ سکا۔

"مرجھائی ہوئی شاخوں پہ کلیاں نہیں کھلا کرتیں۔ وہ میرا گزرا ہوا کل ہے۔ اس سے جڑی یادوں کو ختم کرنے کا اختیار میرے پاس نہیں۔ میں یہ تو نہیں کہتی کہ میں اسے بھول گئی ہوں۔ وہ میری یادداشت میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ مگر میں یہ پورے یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ اس کی یادوں سے جڑے سارے جزبے مر چکے ہیں۔ وہ میرے ساتھ رہے، سامنے رہے، میرا دل جزبوں سے خالی ہوتا ہے۔" قاسم اس کی سیاہ سحر زدہ آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ ان میں کرب ہی کرب تھا۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ یہ کرب قاسم مرزا کے لیے موجود تھا کبیر مراد کے لیے۔

وہ سر جھکا گیا۔

www.novelsclubb.com

"تم چاہے اپنی جگہ چھوڑ دو مگر جو تم ہو میرے لیے وہ کبھی کوئی نہیں بن سکتا۔" مدیحہ نے اس کے جھکے سر کو دیکھ کر سرگوشی کی۔

"میں کچھ جان بوجھ کے نہیں کرتا حالات ایسے ہوتے ہیں۔" وہ سچ ہی تو کہہ رہا تھا۔ مشکل تھا اسے یوں کسی کے ساتھ دیکھنا۔

"تو تم مانتے ہو کہ تم جان بوجھ کر گئے تھے؟"

"ہاں۔"

"کیوں؟" قاسم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ کلائی پہ بندھی گھڑی میں وقت دیکھا۔ ڈھائی بج رہے تھے۔

"تم قید ہو رہی ہو۔" وہ جو کوئی جزباتی جواب کی توقع کر رہی تھی چونک گئی۔

"کیا؟"

"تم قید ہو رہی ہو۔ تم اپنے ماضی میں قید ہو رہی ہو۔ میں جھوٹ نہیں کہوں گا۔ ہاں میں تمہیں اور کبیر کو تنہا جان بوجھ کر چھوڑتا ہوں کہ تمہارے تعلقات بہتر ہو جائیں مگر میں تم سے دور نہیں جا رہا ہوں۔" اس نے چائے کی کیتلی کے ساتھ رکھی مونگفلیوں کی باسکٹ کو اٹھایا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ کبیر نے جو تمہارے ساتھ کیا تھا وہ میں بھی کروں گا۔" اس نے مونگفلیوں کے دانے اس کی جانب بڑھائے۔ مدیحہ نے انہیں تھام لیا۔

"کیا تمہیں خود پہ اتنا بھی اعتبار نہیں کہ اگر ایک اور دوست زندگی میں شامل ہو گیا تو پہلے کو بھول جاؤ گی؟ ہم ایک وقت میں بہت سے رشتے نبھاتے ہیں مدیحہ۔ ہر رشتے کا اپنا الگ مقام ہوتا ہے۔ ایک نیا رشتہ جوڑنے سے پہلے ہم پہلے سے موجود رشتے کو توڑ نہیں دیتے۔" وہ مونگفلی کے دانے اس کی ہتھیلی پر رکھتا جا رہا تھا اور وہ چپ چاپ کھائے جا رہی تھی۔

اس نے گردن موڑ کر مدیحہ کی سیاہ آنکھوں میں جھانکا۔ وہ بے تاثر تھیں۔ ڈبڈبائی ہوئی۔

"رشتوں کو لے کر بے اعتبار ہونا چھوڑ دو۔ ہم چاہے کئی سال بھی ایک دوسرے کی شکل نہ دیکھیں مگر ہمارے بیچ جو آج موجود ہے۔ وہ ہمیشہ رہے گا۔ میں نے جب کمرہ چھوڑا تو مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تمہیں لگے گا کہ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی ہے۔" مونگفلی کے چھلکوں کو دوسری جانب رکھ کر وہ اب پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا۔

"کمرہ بھی کیوں چھوڑا؟"

"تم جانتی تو ہو۔" وہ آنکھیں موند کر بولا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم کیوں چاہتے ہو کہ میں اور کبیر اپنے تعلقات ٹھیک کر لیں۔" دھند بڑھنے لگی تھی۔ آگ بھی دھیرے دھیرے ختم ہونے لگی تھی۔

"کیونکہ یہ تم چاہتی ہو۔" وہ آنکھیں کھول کر بولا۔ مدیحہ ساکت رہ گئی۔ لب کھل گئے۔ سانس رک گئی۔

"کیونکہ تم اسے یاد کرتی ہو۔ تم چاہتی ہو کہ تم دونوں کے بیچ سب پہلے جیسا ہو جائے مگر تم خوف زدہ ہو۔ میں تمہارا یہی خوف ختم کر رہا ہوں۔" وہ نظریں جھکا گئی۔ قاسم قصداً اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں کیسے پتا؟" اس نے دوبارہ سے اپنے پاؤں اس کے پاؤں پہ رکھ دیے تھے۔ قاسم زخمی سا مسکرایا۔

"مجھے نہیں پتا ہو گا تو کسے پتا ہو گا؟ تمہاری آنکھیں مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتیں۔" وہ خاموشی سے جلتی ہوئی لکڑیوں کو دیکھنے لگی۔ قاسم بھی خاموش ہو گیا۔

"بہت سردی لگ رہی ہے؟" کئی لمحے کے بعد وہ بولا۔ مدیحہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس نے اپنی جیکٹ اتار کر اس کی جانب بڑھائی۔ جسے مدیحہ نے فوراً پہن لیا۔

www.novelsclubb.com

"ہمارے بیچ کوئی تیسرا نہیں بلکہ وہ تیسرا میں ہوں۔ کاش کہ تم ان کہی باتیں سن سکتیں مدیحہ۔" وہ بس سوچ کر رہ گیا۔ وہ یہ بات مدیحہ سے نہیں کہہ سکا۔ وہ بہت سی باتیں اس سے نہیں کہہ سکتا تھا۔

"تم میرے محسن ہو قاسم۔ میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتی۔" وہ گہری سانس لے کر موٹر سائیکل پر بیٹھی۔ کیا وہ اس کی خاموشیاں سن سکتا تھا؟

"میں چاہتی ہوں تم ہمیشہ میرے ساتھ رہو۔ میرے اچھے حالات ہوں یا برے۔" قاسم نے دھند کو دیکھتے ہوئے سپیڈ کم ہی رکھی۔

"شاید ایک وقت ایسا آئے گا۔ جب مجھے محبت اور دوستی میں سے کسی ایک کو چننا پڑے گا۔" یہ سوچ ہی دل دہلا دیتی تھی۔ وہ وقت کیسا ہوگا؟ قاسم سے آگے کچھ سوچا ہی نہیں گیا۔

ساری راستے دونوں کے بیچ کوئی بات نہیں ہوئی۔ گھر میں اندر داخل ہونے سے پہلے اس نے عادتاً اسے دیکھا۔ قاسم اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ مدیحہ خاموشی سے چلی گئی۔ اور وہ گہری سانس لے کر نجانے کتنی دیر وہیں کھڑا رہا۔

کبیر کے بھیجے ہوئے گارڈز بھی اب بور ہو گئے تھے۔ سو وہ واپس اپنی پوزیشن پر چلے گئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلے کئی دن مصروفیات میں ہی گزر گئے۔ سردی اپنا زور پکڑ چکی تھی۔ دہلی میں اس وقت سموگ نے اپنا قہر مچایا ہوا تھا۔ آج اتوار کا دن تھا۔ سارے ہی آج گھر پر تھے۔ سادہ سے شلوار قمیض میں ملبوس کندھوں پر شال ڈالے وہ صوفے پر پاؤں اوپر کیے بیٹھی تھی۔

بالوں کی جڑوں میں اچھی طرح تیل پہنچا کر اب وہ جواد کو بلا رہی تھی جسے ٹرپ سے واپس آئے آج تیسرا روز تھا۔ اس کے سامنے والے صوفے پر تنوی بیٹھی پاؤں میں نیل پالش لگا رہی تھی۔ اس نے سیاہ بیگی پینٹ پر سفید کوٹ پہنا ہوا تھا۔

"تم آرہے ہو یا میں اپنے کمرے میں چلی جاؤں؟" مدیحہ نے جھنجھلا کر کہا۔ سردی کے باعث اس کی ناک سرخ ہو رہی تھی۔

"ارے بس آگیا ناں۔" وہ ہنس کر کہتے ہوئے قالین پر بیٹھا۔ مدیحہ نے اس کے بالوں میں بھی تیل لگانا شروع کیا۔

"مہینے کے آخر تک حمزہ کی شادی ہے۔ کچھ خبر ہے تمہیں؟"

www.novelsclubb.com

"جی بتایا تھا حمزہ بھائی نے۔ میں تو بہت حیران ہوں۔ اتنی جلدی شادی؟ ابھی ہی تو منگنی کی تھی۔" وہ آنکھیں بند کر کے بیٹھا تھا۔

"منگنی تو اس کی سالوں سے ہو رکھی ہے۔ گھر والوں کے سامنے جو کیا وہ دکھاوا تھا۔ بلکہ نہیں۔ اس نے اپنی منگیتر کا نمبر تقریباً چار سال سے وائف کے نام کر سیو کیا ہے۔" اسے بے ساختہ ہی ہنسی آئی۔ جواد خود بھی ہنسنے لگا۔

"بس بہت ہوا۔ اگر آپ انہیں سولہ سترہ سال کا جزباتی عاشق کہنا چاہ رہی ہیں تو میں یہ نہیں سن سکتا۔ اس سے برا کچھ کہیں گی تو سننے کے لیے تیار ہوں۔"

"اس سے برا نہ تم سن سکتے ہو نہ ہی وہ۔ اور اگر جو میں اس کو بتادوں کہ اس کی چیچ نے ابھی ابھی کیا کہا ہے تو پھر کیا ہو گا؟" اس نے مزید تیل اس کے بالوں میں لگایا۔

"یہ نہ بتائیں۔ اس سے برا کچھ کہوں تو وہ بتادیجیے گا۔ کافی بنا کر لاتا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ تنوی آج بڑی خاموش تھی۔ نجانے کیوں؟

"میں اسے یہ بھی بتاؤں گی۔" جواد نے کچھ کہا تو اس کا قہقہہ گونجا۔ یوں ہی ہنستے ہوئے اس نے نفی میں سر ہلایا۔

عین اسی وقت کوئی لاؤنج میں داخل ہو رہا تھا۔ رف سے حلیے میں وہ شکست خوردہ سی چال چلتے ہوئے آیا اور آکر اس کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ بالکل ویسے ہی جیسے کچھ دیر قبل جواد بیٹھا تھا۔

"کب آئے تم؟" اس نے تیل اپنی ہتھیلیوں پر لگایا۔

"سیدھا یہیں چلا آرہا ہوں۔" قاسم مرزا کی چال ہی نہیں لہجہ بھی شکست خوردہ تھا۔ تھکا تھکا سا۔

"کچھ کھایا تھا؟" اس نے اپنی انگلیوں کو اس کے بالوں میں پھیرنا شروع کیا۔ قاسم نے آنکھیں بند کر لیں۔

"یہیں کھاؤں گا۔"

"میں نے تو کھانا نہیں بنایا۔ ہم باہر لنچ کرنے والے تھے۔ کیا کھاؤ گے؟" اس نے مالش کرتے ہوئے تھوڑا اور تیل اس کی جڑوں میں گرایا۔ خشکی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"رات کا کچھ نہیں ہے؟"

"میں بنا دیتی ہوں۔ کیا کھاؤ گے؟"

www.novelsclubb.com

"میں خود بنالوں گا۔ تمہارا کچن مجھے یاد کر رہا ہو گا۔" اس نے تھکی ہوئی سی آواز میں کہا۔

"نہیں رہنے دو۔ تمہیں ویسے بھی بخار ہو رہا ہے۔ یہاں آرام کرو میں کچھ ہلکا پھلکا سا بنا دیتی ہوں۔" قاسم نے سر ہلایا۔ وہ جانے لگی تو اسے روکا۔

"ایک کپ چائے دے دو بس۔"

وہ شال درست کرتی وہاں سے اٹھ کر کچن میں گئی۔ قاسم وہیں صوفے پہ آنکھوں پر بازو رکھ کر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کسی نے اس پر کمفرٹر ڈالا۔ اس نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں۔ اسے لگا مدیحہ ہے مگر!

"تمہیں بخار ہے ناں تو۔" تنوی اس پر جھکی ہوئی تھی۔

"قاسم چائے لو۔ کچھ کھاؤ گے؟" مدیحہ ٹرے ہاتھ میں لیے آئی تو تنوی واپس اپنی جگہ پہ بیٹھ گئی۔

"نیند آرہی ہے، تو سامنے گیسٹ روم میں جا کر سو جاؤ۔" اس نے چائے کے ساتھ اسے دو گولیاں دیں۔

قاسم نے کوئی جواب نہیں دیا۔وہ جاکر واپس اپنے کام میں مصروف ہوگئی اور وہ وہیں گہری نیند سو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دو ہفتے سے دھوپ کا کوئی پتا نہیں تھا۔زرین کچن کی کھڑکی سے سموگ کو دیکھ رہی تھی۔ چائے کی خوشبو سارے میں پھیلی تھی۔ابا کے کمرے سے ہنسنے،بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ ٹرے میں لوازمات سجا کر وہیں چلی آئی۔

"میں چائے نہیں پیوں گی۔بہت شکریہ۔ادھر آکر بیٹھو۔"مدیحہ نے مصروف انداز میں کہا۔وہ پیشانی پہ ڈھیروں بل ڈالے موبائل پہ کچھ دیکھ رہی تھی۔اس وقت کمرے میں کبیر، نادر،حمزہ بھی موجود تھے۔

"کوئی مسئلہ ہے؟"زرین چل کر مدیحہ کے ساتھ آکر بیٹھ گئی۔

"مسئلہ تو ہے۔"

"کس چیز کا؟"اس نے معصومیت سے سوال کیا۔مدیحہ مسکرائی۔

www.novelsclubb.com

"پیسوں کا یار۔یہ ڈریس دیکھو۔یہ میں نے حمزہ کی مہندی پہ لینا تھا۔جب میں نے اسے دیکھا تو انہوں نے یہ رقم نہیں بتائی تھی۔اب میں اپنا آرڈر دے رہی ہوں تو بڑھ چڑھ کر بول رہے ہیں۔"اس نے اسے اس ڈریس کی تصویر دکھائی۔زرین نے اس کے ہاتھ سے موبائل لیا۔وہ انسٹا گرام پہ اپ لوڈ کی گئی کوئی تصویر تھی۔

"کس دن ہے ان کی مہندی کی تقریب؟"

"دس بارہ دن تو رہتے ہیں۔"اس نے انگلیوں پہ گن کر بتایا۔

"اگر آپ مجھے یہ ساری چیزیں لا کر دے سکتی ہیں تو مجھے زیادہ وقت نہیں لگے گا۔"مدیحہ نے اسے چند لمحے دیکھا۔وہ پراعتماد تھی۔

"اس کا کام بہت باریک ہے دیکھو۔ٹیم ورک کی ضرورت ہے۔تم کیسے مینج کرو گی؟"

"وہ میں کرلوں گی۔آپ بس مجھے یہ دے دیں اور کیا یہاں کوئی قریب میں سلائی مشین مل سکتی ہے؟"اس نے تصویر زوم کر کے دیکھی۔

"ہاں مل تو سکتی ہے۔زرین آر یو شیور؟"زرین نے اثبات میں سر ہلایا۔مدیحہ پیشانی پر ڈھیروں بل ڈالے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں مصروف ہو جاؤں گی ناں اس طرح۔ سارا دن اکیلے رہ کر کیا کروں؟" اس نے اپنی انگلیاں مروڑنا شروع کر دیا۔ مدیحہ نے یوں ہی غیر ارادی طور پر سر اٹھا کر سامنے دیکھا تو کبیر نہ تو صرف اسے دیکھ رہا تھا بلکہ اس کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ وہ ان کی بات بھی سن رہا تھا۔

کبیر نے سر اثبات میں ہلایا۔ مدیحہ نے بھی او کے والے انداز میں سر ہلایا۔

"ہاں ٹھیک ہے پھر تم کل سے یہ سارا کام شروع کر دو۔" وہ مسکرا کر بولی۔ زرین یک دم ہی ریلیکس ہو گئی تھی۔

اب باہر نکلنے کا وقت تھا۔ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر ہی وہ دنیا کے ساتھ دوڑ سکتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

راتیں پر لگا کر اڑ رہی تھیں۔ سردی کافی حد تک بڑھ چکی تھی۔ انگیج منٹ کرنے میں حمزہ نے اتنے مہینے لگا دیے تھے مگر شادی کرنے کے لیے وہ زیادہ ہی جلد بازی کر رہا تھا۔ کب وقت گزرا علم ہی نہ ہو سکا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آج مایوں کا دن آ گیا۔ مایوں کے بعد دیگر تقریبات کا انتظام آج سے ہفتہ بعد کیا گیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حسن ولا کو خوب اچھی طرح سجایا گیا تھا۔ قمقموں اور پھولوں سے سجایا گیا گھر اور رنگوں میں بکھرے لوگ بھلے معلوم ہو رہے تھے۔ کچھ ٹولیوں کی صورت کھڑے تھے۔ کچھ یہاں سے وہاں قہقہے لگاتے، باتیں کرتے جا رہے تھے۔ عقب میں کہیں میوزک بج رہا تھا۔

اس نے سفید رنگ کے لہنگے پر پیلے رنگ کا بھاری دوپٹہ ایک طرف کندھے پہ ڈالا ہوا تھا۔ لہنگے پر سفید خوبصورت موتیوں کا بھاری کام ہوا تھا۔ بھورے بال کسی آبشار کی طرح پشت پہ بکھرے تھے۔ مناسب میک اپ کیے وہ معمول سے ہٹ کر حسین لگ رہی تھی۔

چہرہ دائیں بائیں گھما کر دیکھا پھر کاجل اٹھا کر آنکھوں کو مزید خوبصورت بنایا۔ گلابی رنگ کا گلوس لبوں پہ لگا کر وہ اب مکمل طور پہ تیار تھی۔

"یار جواد نکل بھی آؤ۔" اس نے واشروم کا دروازہ پیٹا۔ اندر سے ہنسنے کی آواز آئی۔

"آپ جائیں میں آپ کو نیچے جوائن کرتا ہوں۔" اس نے جواباً کچھ نہیں کہا۔ اپنا دوپٹہ سنبھالتی وہ احتیاط سے سیڑھیاں اترنے لگی۔ فنکشن کا اہتمام لان میں کیا گیا تھا۔ حمزہ سمیت سارے مہمان وہیں موجود تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد رسم شروع ہو گئی تھی۔ جس میں وہ اکلوتی بہن ہونے کا خوب فائدہ اٹھا رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

خالصتاً یہ لڑکوں کی رسم تھی تو وہ تھوڑی دیر میں ہی واپس آگئی تھی۔آج کی رات انہیں ماموں کی طرف ہی رکنا تھا تو وہ چینج کرنے کے ارادے سے کمرے میں جانے لگی۔

"غیروں کے لیے دن رات قربان کر دیتی ہو۔اپنوں سے ملنے کے لیے ایک گھنٹہ بھی نہیں ہوتا تمہارے پاس۔" وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہی تھی جب عقب سے یہ آواز آئی۔اس آواز کو مدیحہ بے ہوشی میں بھی پہچان سکتی تھی۔وہ کرنٹ کھا کر پلٹی۔

شیفون کی ساڑھی میں ملبوس وہ اپنی شاطرانہ چال چلتیں اس تک آئیں۔ساڑھی کا پلو درست کر کے انہوں نے مدیحہ کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔عمر لگ بھگ پچاس کو چھو رہی تھی مگر انہوں نے اپنی فٹنس کا خوب خیال رکھا تھا۔گندمی رنگت کو نکھارنے کی کوشش میں وہ آج بھی ہلکان ہوتی تھیں۔

اس نے ڈھیر سارا تھوک نگلا۔لبوں پہ بے بسی کے مارے زبان پھیری۔

"چچی یاد نہیں ہیں مدیحہ بیٹے؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھ رہی تھیں۔جس کا چہرہ کسی لٹھے کی مانند سفید ہو گیا تھا۔انہوں نے اس کے کندھے پر دباؤ ڈالا۔مدیحہ کی ہلکی سی سسکی

www.novelsclubb.com

نکلی۔ان کے بڑے بڑے ناخن اس کی جلد چیر گئے تھے۔مدیحہ کو بے ساختہ ہی فصیح کا چہرہ یاد آیا جسے کسی نے اپنے ناخنوں سے بگاڑ دیا تھا۔

"جواب تو دو۔کسی روز آؤں گی میں فاروق کے گھر تم سے ملنے۔سوچ رہی ہوں ٹھہر جاؤں کچھ دن۔ٹھیک رہے گا ناں؟"مدیحہ نے ان کا ہاتھ ہٹانا چاہا مگر انہوں نے اپنا دوسرا ہاتھ اس کے دوسرے کندھے پہ رکھ دیا۔

"چچی میں..."

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟ پیچھے ہٹیں آپ۔"سعد تیزی سے سیڑھیاں اتر کر نیچے آیا پھر مدیحہ کی کلائی پکڑ کر اپنے پیچھے کیا۔عالم ماموں اس کے پیچھے کھڑے تھے۔دونوں کی آنکھیں بے حد سرد ہو رہی تھیں۔یوں جیسے اس عورت کا وجود مدیحہ کے گرد پسند نہ آیا ہو۔

"کیا کہہ رہی تھیں اب بات کریں۔"وہ دبی دبی آواز میں گرجا تھا۔چچی یوں ہی مسکراتی رہیں۔مدیحہ کو ان کے ہونٹوں پر سجی سرخ لپ اسٹک سے بھی خوف محسوس ہوا۔وہ لرز رہی تھی۔اس نے سعد کی چوڑی پشت کو تھام لیا۔

"میں اپنی بیٹی سے مل رہی تھی۔"

"کیوں؟" عالم ماموں نے سوال کیا۔

"یہ میں تمہیں بتانے کی پابند نہیں ہوں۔" ان کے چہرے پر شکن تک نہ تھی۔ مدیحہ کو اس سے بھی خوف محسوس ہوا۔ کس نے کہا مدیحہ کسی سے نہیں ڈرتی؟

"ہاں بس مل لیا ناں اب جائیں۔" اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"سعد تم بیچ میں مت آؤ۔"

"میں نے کہا جائیں اس سے پہلے میں آپ کو بھرے مجمعے میں ذلیل کر کے باہر نکالوں۔" وہ ایک قدم آگے بڑھ کر چیخا۔ باہر بجتے لاؤڈ میوزک میں اس کی آواز کہیں کھو گئی۔ چچی چند لمحے سعد کے عقب میں کھڑی مدیحہ کو دیکھتی رہیں پھر مسکراتے ہوئے لان کی طرف بڑھیں۔

وہ چہرے پر ہاتھ پھیر کر اس کی جانب پلٹا جو سر جھکائے خود کو کمپوز کر رہی تھی۔ سعد نے اس کی کلائی تھامی پھر اپنے کمرے میں لے آیا۔

"سعد بھائی۔"

"پانی پیو۔" مدیحہ نے گلاس تھام کر لبوں سے لگایا۔ وہ بیڈ پہ بیٹھی تھی۔ آنکھیں ضبط کے باعث بے حد سرخ ہو رہی تھیں۔ ماموں سینے پہ ہاتھ لپیٹے کھڑے تھے۔

"میں نے اس لیے ہی منع کیا تھا پاپا کو مگر مجال ہے جو کوئی میری سن لے اس گھر میں۔ میں مر گیا تھا؟ مجھے آواز نہیں دے سکتی تھی تم؟" وہ اب اس پہ برس رہا تھا۔ ساتھ ہی حمزہ کو گالیاں دے رہا تھا۔ ایک اسی نے زیادہ زور دیا تھا بشیر چچا اور ان کی فیملی کو انوائیٹ کرنے پر۔

"اب بس بہت ہوا۔ میں پاپا سے کہتا ہوں کہ ان سے معزرت کر لیں اور مزید کسی بھی فنکشن میں آنے سے منع کریں۔ ورنہ میں اپنے طور پر منع کر دوں گا۔" اس کا اضطراب کسی صورت کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ عالم ماموں ہنوز خاموش تھے۔

"آپ کچھ نہیں کریں گے۔ یہ میں نے ہی حمزہ سے کہا تھا۔ میں اپنے اس خوف سے نکلنا چاہتی ہوں۔ میں اس عذاب کو ختم کرنا چاہتی ہوں۔ میں ان کو فیس کرنا چاہتی ہوں۔ آپ کیوں آ گئے تھے وہاں؟ نہ آتے۔" وہ دھیرے سے بولی۔ دل ابھی تک لرز رہا تھا۔ اسے گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ شدید گھٹن کا۔

"ایسے سامنا کرو گی تم؟ یوں اس طرح لرزتے ہوئے؟" وہ اس کی لرزش پہ سخت چڑا ہوا تھا۔ مدیحہ نے دوبارہ گردن جھکا لی۔

"مجھے ان کی مسکراہٹ سے خوف آتا ہے۔" اس نے لب کچلتے ہوئے کہا۔

"میں اس کی مسکراہٹ چھین لوں گا۔" عالم ماموں قدم قدم چل کر اس کے پاس آئے۔
گھٹنوں کے بل زمین پہ بیٹھے۔ انہوں نے سرگوشی کی۔

"وہ میری طرف بڑھتی ہیں تو ان کے قدموں سے خوف آتا ہے۔" وہ انہیں نہیں دیکھ رہی تھی۔ انہوں نے اس کے لرزتے ہاتھوں کو تھاما۔

"وہ اپنے قدموں پر چلنے پھرنے کے قابل نہیں بچے گی۔"

"مجھے ان کے سارے وجود سے خوف آتا ہے ماموں۔ مجھے ان کے ناخن چبھتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ وہ ان کے ہاتھ میرا گلا دبا رہے ہیں۔" اس نے بے بسی سے کہا۔ سعد نے گہری سانس لی۔ جیسے ڈھیر سارا ضبط کیا ہو۔

"میرا ہاتھ تھام کر یوں اپنے کمرے میں لے آنے کے بجائے اگلی دفعہ میرے ساتھ کھڑے ہو جائیے گا۔" اس نے کپکپاتے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیرا۔ اتنے میں جواد ہواس باختہ سا کمرے میں آیا۔ اس کی سانسیں پھولی ہوئی تھیں۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" وہ اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر پوچھ رہا تھا۔ مدیحہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ جواد نے آہستگی سے اپنے بازو اس کے گرد باندھے۔

www.novelsclubb.com

"آئی ایم سوری۔ مجھے آنے میں دیر ہوگئی۔ گھر چلیں گی آپ؟"اس نے مدیحہ کے سر کو چوما۔

مدیحہ جو اس سے پہلے ڈری اور گھبرائی ہوئی تھی یک دم ہی پر سکون نظر آنے لگی تھی۔ کم از کم وہ جواد کے سامنے خود کو پر سکون ظاہر کر رہی تھی۔

"نہیں نیچے چلتے ہیں۔ حمزہ ہمارا انتظار کر رہا ہوگا۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ سعد نے بھی سمجھ کر سر ہلایا۔ وہ سارے آگے پیچھے وہاں سے نکلے۔

جب تک تقریب چلتی رہی جواد کسی سائے کی طرح اس کے ساتھ تھا۔ چچی نے دوبارہ اس سے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔

مدیحہ نے اپنے کندھوں کو چھوا جہاں چچی نے اپنا ہاتھ رکھا تھا۔ وہاں ناخن سے کھروچ آئی تھی۔ اسے فصیح یاد آیا۔ وہ جو چچی کو گاڑی میں بیٹھتے ہوئے دیکھ رہی تھی اچانک ہی بالکل ساکت ہوگئی۔ اسے یہ خیال پہلے کیوں نہیں آیا؟ جس طرح سے اس پر وار کیا گیا تھا۔ یہ انداز۔ یااللہ۔ کبیر یا قاسم کا اطلاع دینے چاہیے؟ مگر ثبوت؟ کیسے ثابت کرے گی وہ؟

کیا وہ ان سے بہت زیادہ خوفزدہ تھی یا پھر یہ گمان بالکل سچ تھا؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلا دن مصروف سا گزر رہا تھا۔وہ آفس چیئر پہ بیٹھی انگڑائی لے رہی تھی۔گلاس وال کے اس طرف اترتی شام کا حسین منظر نظر آرہا تھا۔دھیرے دھیرے دھند بڑھ رہی تھی۔

اس نے آج ساڑھی پہ لمبا سیاہ کوٹ پہنا ہوا تھا۔اسے رہ رہ کر چھینک آرہی تھی۔وہ اپنی چیزیں اٹھا کر بس نکلنے لگی تھی جب اس کا موبائل بجا۔نمبر غیر شناسا تھا۔ایک دفعہ دل کیا کہ نہ اٹھائے مگر کچھ سوچ کر اس نے کال ریسیو کی۔

"ہیلو۔"

"مدیحہ فاروق؟"ایک مرد کی آواز آئی۔

"جی۔"

"آپ کسی زرین احمد کو جانتی ہیں؟"

"ایکسیوزمی؟"اس کے چہرے کا رنگ فوراً اڑا تھا۔

"ان کے نمبر سے آخری دفعہ آپ کو کال کی گئی تھی۔اگر آپ جانتی ہیں تو آپ اس جگہ پر آئیں۔میں آپ کو ایڈریس بھیجتا ہوں۔ان کا بری طرح ایکسیڈینٹ ہوا ہے۔"مدیحہ ساکت رہ

www.novelsclubb.com

گئی۔آج اسے تیسرا روز تھا اس نے زرین کی مطلوبہ چیزیں اس دی تھیں، وہ ڈریس بنانے کے لیے اور آج۔ یااللہ!

"ایڈریس بتائیں پلیز۔" اس نے بمشکل کہا۔

"کسی کار نے انہیں ٹکر ماری ہے یا پھر وہ خود ڈرائیو کر رہی تھیں؟" مدیحہ نے سیٹ بیلٹ لگاتے ہوئے سوال کیا۔

"وہ خود ڈرائیو کر رہی تھیں۔ میڈم جلدی آئیں، یہاں روڈ بلاک ہے۔"

رش ڈرائیونگ کر کے وہ اس جگہ پہنچی۔ آگے راستہ بند تھا۔اس نے کار وہیں پارک کی اور خود پیدل اس طرف چل پڑی۔ ابھی وہ زیادہ دیر نہیں چلی تھی کہ اسے سامنے ایک گاڑی نظر آئی جو بری طرح جل گئی تھی۔

وہ مشکل سے قدم اٹھاتی قریب گئی۔ چند ایک لوگ وہیں کھڑے تھے۔ وہ لوگوں کو ہٹا کر آگے گئی۔ زمین پہ ایک عورت کا مردہ وجود رکھا تھا۔ جو مکمل طور پر بھسم ہو گیا تھا۔ مدیحہ پنجوں کے بل زمین پہ بیٹھی۔

"آپ انہیں جانتی ہیں؟" ان میں سے ایک ادھیڑ عمر آدمی بولا۔

www.novelsclubb.com

"پولیس۔"اس نے دھیرے سے پوچھا۔وہ اب تک اس عورت کے مردہ وجود کو ہی دیکھ رہی تھی۔

"کیا؟"وہ حیران ہوا۔اس پاس کھڑے آدمی بھی حیران ہوئے۔

"پولیس کہاں ہے؟"وہ اس عورت کے ہاتھ کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

"آپ کیا کہہ رہی ہیں میڈم۔آپ کو آخری دفعہ کال کیا ہے انہوں نے آپ جانتی ہیں تو یہ لاش لے جائیں۔"وہ بگڑ کر بولا۔مدیحہ نے سر نہیں اٹھایا۔

"ایسے کیسز میں سب سے پہلے پولیس آتی ہے۔پولیس کہاں ہے؟"اس نے پھر اسی انداز میں کہا۔"نام کیسے پتا چلا آپ کو ان کا۔"

"یہ ان کے پاس سے ملا تھا۔"دوسرے آدمی نے ادھ جلا ہوا آدھا کارڈ اور ڈرائیونگ لائسنس دکھایا۔تصویر جل گئی تھی۔نام رہ گیا تھا۔

"زرین احمد ڈاٹر آف احمد خان۔"اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بہت جھول ہے۔ بہت بے وقوف ہو تم لوگ۔ جب کسی مسلمان لڑکی کی جھوٹی موت کا بندوبست کرو تو لاش کسی ہندو عورت کی مت لے آنا۔" اس نے اس عورت کے ہاتھ پہ بنے ٹیٹو کی طرف اشارہ کیا۔ جہاں سری رام لکھا تھا۔

"اپنے باس سے کہنا اپنی چالوں میں تھوڑا سا لاجک لے آئے۔ یہ ایسے کام تو اب کرائم پیٹرول والے بھی نہیں کرتے۔ ان کے پلاٹ بھی اب اچھے ہی ہوتے ہیں۔" وہ ہاتھ جھاڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"خبردار۔" ان میں سے ایک آدمی اس کی طرف بڑھنے لگا تو اس نے انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا۔

"مجھ سے الجھنے کی کوشش بھی مت کرنا ورنہ خدا کی قسم تمہاری موت کی اطلاع دینے کے لیے یہاں سے آخری دفعہ کسی کو کال نہیں کیا جائے گا۔" اسے حیرت تھی انمیں سے کوئی اسے مارنے یا پکڑنے کے لیے آگے کیوں نہیں بڑھ رہا تھا۔ ان کے چہرے اتنا پر سکون کیوں تھے؟ وہ اب پر سکون انداز میں سب صاف کر رہے تھے۔

کہیں کچھ تو غلط تھا۔ مگر کیا؟

وہ جس طرح آئی تھی اسی طرح واپس چلی گئی۔ایک لمحے کے لیے وہ واقعی ساکت رہ گئی تھی۔جس وقت اسے بتایا گیا کہ وہ خود ڈرائیو کر رہی تھیں۔وہ سارا کھیل سمجھ گئی تھی۔

زرین کو ڈرائیونگ نہیں آتی تھی تو پھر کیسا کار ایکسیڈنٹ؟ایک سال قبل اسی طرح کسی نے جواد کے نام پر بھی اسے بلایا تھا۔اس وقت تو یہ سارا کھیل کسی سیاستدان کا تھا۔اس طرح بلا کر وہ اسے دھمکی دے رہے تھے۔

مگر اس دفعہ ان آدمیوں نے کچھ نہیں کیا تھا؟کیوں؟سوچنے والی بات یہ تھی کہ وہ کون ہے جسے زرین کے بارے میں ساری خبر ہے؟شدید پھٹتے سر کے ساتھ وہ جیسے تیسے ڈرائیو کر رہی تھی۔

مدیحہ فاروق کو علم نہیں تھا کہ وہ اپنی زندگی کی ایک سب سے بڑی غلطی کر چکی ہے۔کیا خبر کہ اس نے اب تک صرف غلطیاں ہی کی ہوں!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.novelsclubb.com

کبیر مرادرف سے حلیے میں کانفرنس روم میں بیٹھا تھا۔سارے ایک ایک کر کے کمرہ خالی کر رہے تھے۔وہ سرخ آنکھوں سمیت سب سے مل رہا تھا۔شرٹ پہ ڈھیروں شکن موجود تھیں۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔

دو گھنٹے قبل ہی وہ ایک لمبی فلائٹ لے کر آیا تھا اور آتے ہی میٹنگز شروع ہو گئیں۔

"میں نے آپ کی سیکیورٹی بڑھادی ہے۔آپ بغیر کسی اطلاع کے اب کہیں بھی آنے جانے سے پرہیز کریں گے۔" وہ بھی بس نکلنے لگا تھا جب نادر نے بولنا شروع کیا۔

"وہ کس لیے؟" وہ رک گیا۔پیشانی پہ بل نمودار ہوئے۔

"ہم رسک نہیں لینا چاہتے۔گارڈز بے شک نہ لے جائیں مگر لوکیشن ضرور بتایا کریں۔" نادر نے جینز میں اڑسی پسٹل اس کی طرف بڑھائی۔

"اسے آپ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھیں گے۔" کبیر پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔

اس نے ایک اونچا قہقہہ لگایا۔

"یعنی تمہیں بھی اندازہ ہو گیا کہ وہ مجھے گولی مارنے میں ایک لمحہ نہیں لگائیں گی۔" نادر نے کوئی جواب نہیں دیا۔کبیر نے پسٹل واپس اس کے سامنے رکھ دی۔

www.novelsclubb.com

"نادر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔مجھے گارڈز کی بھی ضرورت نہیں ہے۔تم پریشان مت ہو۔"

"ہر دوسرے دن انہیں آپ پہ شک ہو جاتا ہے۔ان کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔وہ کسی بھی وقت کچھ بھی کر سکتی ہیں۔آپ کیا کرتے ہیں، کہاں جاتے ہیں؟ہم سوال نہیں کریں گے۔آپ کی سیکورٹی کے لیے جو ہم کر رہے ہیں۔آپ بھی بنا سوال جواب کے اسے مان لیجئے۔"وہ بہت تسلی سے بولا۔کبیر زیر لب مسکراتا رہا۔

بات تو سچ تھی۔مدیحہ فاروق کا کوئی بھروسہ نہیں تھا۔

اگلے کچھ لمحے کے بعد مدیحہ فاروق اور قاسم مرزا بھی وہیں موجود تھے۔

"بوائز تانیہ یاد ہے؟"تینوں اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ہاں تو؟اسے کیا ہوا؟" قاسم نے سوال کیا۔

"اپنی منگنی کے بعد وہ گاؤں گئی تھی اپنے یہیں بنارس کے قریب کوئی گاؤں تھا۔ایک دن وہ اپنی گاڑی لاک کرنا بھول گئی۔اگلے دن اس کو کسی شہر جانا تھا۔راستے میں چیکنگ چل رہی

تھی۔ سننے میں آیا ہے کہ گرفتار ہو گئی۔"اس نے گالوں کے نیچے ہتھیلی رکھ کر کہا۔ کبیر محضوظ سا مسکرایا۔

"تم نے اس کی گاڑی میں ڈرگز ڈالوائے یا پھر بنا لائیسنس کا اسلحہ ؟"پولیس والے نے پھر سوال کیا۔

"نہیں۔ یہ تو کافی پرانا ہو گیا ہے۔وہ جس گاؤں میں رہ رہی تھی اور جس شہر جا رہی تھی۔ وہاں گائے کا گوشت بیچنے اور کاٹنے پر پابندی ہے۔میں نے بس ڈگی میں جتنے آ سکتے تھے اتنے گوشت رکھوا دیے۔ ویسے تو آسانی سے باہر آسکتی ہے مگر کام میں نے پکا کیا ہے۔اگلے ایک دو مہینے تو کہیں نہیں گئے۔"نادر نے داد دی۔ مگر قاسم متفکر نظر آ رہا تھا۔

"آخر اسے پتا تو چلے۔میں کیا کیا کر سکتی ہوں۔"

"یہی کرنا تھا تو مجھ سے کہہ دیتی۔اکیلے کچھ بھی کرنے سے پرہیز کرو۔" مدیحہ نے بس شانے اچکا دیے۔وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔مدیحہ فاروق کے معاملات میں اپنی رائے دینے سے وہ گریز برت رہا تھا۔

"میں بھی زرین کی طرف جارہا ہوں۔آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔" وہ جو اپنی کار کی طرف بڑھ رہی تھی۔کبیر کے اچانک بولنے پر رکی۔ قاسم کار اسٹارٹ کر رہا تھا' رک کران دونوں کو دیکھنے لگا۔

"میں چلی جاؤں گی۔"

"ہر بار ضد کرنا ضروری نہیں ہوتا ہے۔آجائیں ڈراپ کر دیتا ہوں۔" کبیر دوبارہ بولا۔

مدیحہ نے عاجزی سے اسے دیکھا۔

"میں واپس گھر کیسے جاؤں گی پھر؟اپنی مہربانی کسی اور وقت کے لیے سنبھال کر رکھو۔بعد میں اگر اللہ کبھی مجھ پر کوئی برا وقت لے کر آئیں تو کرتے رہنا ڈراپ۔" وہ آنکھوں پر گلاسز سجا کر وہاں سے چلی گئی۔سڑک پہ گاڑی ڈالتا ہوا قاسم کچھ مطمئن لگ رہا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد وہ زرین کے ساتھ لاؤنج میں کھڑی تھی۔کبیر کچن میں کھڑا کچھ بنا رہا تھا۔وہ دونوں آگے پیچھے ہی آئے تھے۔

"تم تو کمال ہو یار۔اتنا خوبصورت۔اُف۔میری سوچ سے زیادہ اچھا بنایا ہے تم نے۔اوہ زرین تھینک یو۔" مدیحہ اس کے گال کو چوم کر بولی۔زرین بس مسکرا کر رہ گئی۔

"ایک منٹ ڈریس دینا اپنا۔" کبیر نے اس کے ہاتھ سے دوپٹہ لیا۔ جس پر نفاست سے موتیوں اور ریشم کا کام کیا گیا تھا۔ نارنجی رنگ کا دوپٹہ بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔

وہ غور سے ہر ایک چیز دیکھ رہا تھا۔ زرین لب کچلتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی اور مدیحہ پیشانی پہ بل ڈالے اسے گھور رہی تھی۔

"اپنی کسی محبوبہ کو دینے کے بارے میں سوچ رہے ہو تو تصویریں لے لو اور آرام سے سوچ بچار کرو۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔" اس کے ہاتھ سے وہ دوپٹہ جھپٹ کر بولی۔ دوپٹہ بیگ میں ٹھونس کر وہاں سے چلی گئی۔

وہ دونوں تاسف بھری نگاہ اس پر ڈال کر رہ گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دیکھتے ہی دیکھتے حمزہ کی مہندی کا بھی دن آگیا۔ آج کی رسم بھی حسن ولا میں ہی ہونی تھی۔

گھر کو پھولوں کی لڑیوں اور قمقموں سے سجایا گیا تھا۔

ہر طرف مہندی، گلاب کے پھولوں اور لذیذ کھانوں کی خوشبو رچی بسی ہوئی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ تقریباً تیار ہو چکی تھی۔ زرین کے ہاتھوں میں بہت نفاست تھی۔اس نے خود کو آئینے میں دیکھا۔وہ پاؤں کو چھوتی نارنجی رنگ کی فراک میں ملبوس تھی۔ جس پر گولڈن موتیوں کا کام کیا گیا تھا۔اس کا بھاری اور خوبصورت دوپٹہ بیڈ پہ رکھا تھا۔اس نے معمول سے ہٹ کر میک اپ کیا تھا۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں کاجل لگا کر وہ مطمئن نظر آرہی تھی۔

اس نے دراز سے ایک چھوٹا باکس باہر نکالا۔اسے کھولا تو اندر ایک سونے کی نوز پن چمک رہی تھی۔ درمیان میں ایک خوبصورت سا ڈائیمنڈ لگا ہوا تھا۔یہ اس کی ماں کی تھی۔ مدیحہ نے ہر بار کوشش کی اسے پہننے کی مگر کبھی پہن نہیں سکی۔ نجانے کیوں وہ ہر بار رک جاتی تھی۔

اس نے آئینے میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے نوز پن ناک میں ڈالی۔ مدیحہ کو لگا آج سے پہلے وہ اتنی خوبصورت کبھی نہیں نظر آئی ہو گی۔

آج اس کا ارادہ چٹیا بنانے کا تھا مگر بال اب تک گیلے تھے اور تقریب شروع ہو چکی تھی۔

مدیحہ نے گیلے بالوں کو سکھا کر جوڑے میں لپیٹا۔

وہ اپنے میک اپ کو آخری ٹچ دے رہی تھی۔ جب عجلت میں کوئی دروازہ کھول کر آیا۔ مدیحہ نے شیشے میں اس کا عکس دیکھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مدیحہ یہ اس کو فکس کر دو پلیز۔ ممی مہمانوں کے پاس ہیں۔ ورنہ ان سے کہہ دیتا۔" سعد نے اپنی قمیض کے ٹوٹے ہوئے بٹن کو دکھایا۔ وہ ہنسی۔ آج ان سارے لڑکوں نے ایک جیسی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی۔

"میں اس کو جوڑ دیتی ہوں۔"

"ہاں پلیز۔ ورنہ میں اسے تبدیل کرنے لگا ہوں۔ پاپا دس دفعہ کال کر چکے ہیں۔ اب نہیں گیا تو ذلیل کریں گے یار۔" وہ جھنجھلایا ہوا تھا۔ مدیحہ ہنسنے لگی۔ اس نے سوئی میں دھاگہ ڈال کر اس کے ہاتھ سے بٹن لے لیا۔

"ہر چھوٹی بات پہ آپ نے اور ماموں نے سارا گھر سر پہ اٹھایا ہوتا ہے۔ تحمل بھی کچھ ہوتا ہے۔" وہ اس کے بٹن کو اب ٹانک رہی تھی۔

"تم کیا کر رہی ہو مدیحہ؟" اس کا لہجہ اب وہ نہیں تھا۔ مدیحہ بالکل نہیں ٹھٹھکی۔

"میں آپ کا بٹن ٹانک رہی ہوں، سعد بھائی۔"

www.novelsclubb.com

"یہ میں بھی دیکھ سکتا ہوں۔ تم آج کل مراد خان کے پوتے کے ساتھ کیا کر رہی ہو؟ تم دونوں ہر وقت ایک ساتھ کیوں ہوتے ہو؟" وہ مسکرانے لگی۔ سعد کو اس کی مسکراہٹ بری لگی۔ اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے اب؟

"آپ تو ایسے پوچھ رہے ہیں جیسے ہم دونوں ایک ساتھ اچھے نہیں لگتے۔" اس نے آگے بڑھ کر دھاگہ اپنے دانتوں سے کاٹا۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔ شہر کا بہترین وکیل تھا۔ جھوٹ، بولنے اور دھوکہ دینے میں سب سے آگے۔ مدیحہ اس سے کوئی جھوٹ بول سکتی تھی؟ بالکل نہیں!

"میں تمہیں مشکل میں نہیں دیکھنا چاہتا۔" سعد نے گہری سانس لے کر کہا۔ مدیحہ نے سمجھ کر سر ہلایا۔

"میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ میں کسی مشکل کا شکار نہ ہو جاؤں۔ ماموں آپ کو آواز دے رہے ہیں۔ آپ جائیں میں آتی ہوں۔" سعد تھوڑی دیر اسے دیکھتا رہا۔ مدیحہ دوبارہ اپنے بالوں کو سلجھانے لگی تھی۔ وہ سر جھٹک کر چلا گیا۔

www.novelsclubb.com

جس وقت مدیحہ نیچے آئی۔لان مہمانوں سے بھر چکا تھا۔آج کمبائنڈ فنکشن تھا۔دلہن کی فیملی بھی آچکی تھی۔اس نے اپنا بھاری کامدار دوپٹہ سنبھالا پھر ادھر ادھر نظر گھما کر جواد کو ڈھونڈنے لگی۔

"مدیحہ یہاں آؤ۔"ماموں نے آواز دی تو وہ اسی طرف چلی گئی۔سفید شرٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس وہ کچھ مردوں کے درمیان کھڑے تھے۔

"ان سے ملو۔یہ فاروق کے بہت قریبی دوست ہوا کرتے تھے۔"وہ اسے لیے اب لوگوں سے مل رہے تھے۔جب سارے ایک ایک کر کے وہاں سے چلے گئے تو حسن ماموں نے اس کا ہاتھ دیکھا۔

"مہندی کہاں ہے بھئی؟"

"میں کیا کروں گی مہندی لگا کر۔"انہوں نے خفگی سے اسے دیکھا پھر اسے لیے وہاں چلے آئے۔جہاں تقریباً ساری ہی لڑکیاں موجود تھیں۔

www.novelsclubb.com

"ان کی مہندی اب تک کیوں نہیں شروع ہوئی؟ رسم ہونے سے پہلے دونوں ہاتھ خالی نہ رہیں۔" وہ ایک مہندی آرٹسٹ سے کہہ رہے تھے۔ جن کی پوری ٹیم کو ممبئی سے بلوایا گیا تھا۔ وہ ساری ہی نقاب کرکے بیٹھی تھیں۔

"سوری سر۔ کیا یہ بھی دلہن ہیں؟" مدیحہ کو ہنسی آگئی۔

"جی یہ بھی دلہن ہی ہیں۔" ماموں نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔ مدیحہ نے کچھ کہنا چاہا۔ انہوں نے ڈپٹ دیا۔

"جائیں۔ لگوا تو رہی ہوں۔" وہ مہندی والی کے ساتھ بیٹھ کر بولی۔ وہ سر ہلا کر چلے گئے۔

اس کی مہندی تقریباً مکمل ہوگئی تھی۔ وہ بور سی جمائی لیتی، یہاں وہاں دیکھ رہی تھی۔ اچانک ہی ایک شور سا اٹھا۔ راستے سے لوگوں کو ہٹایا جانے لگا۔ پٹاخے جلانے جانے لگے۔ وہ چونک گئی۔ یہ کیا ہوا؟

"میم دولہے کا نام کیا ہے؟" وہ اسے نہیں سن رہی تھی۔ وہ پریشان سی سامنے دیکھ رہی تھی۔ ہاتھوں میں بھاری اسلحہ پکڑے دس بارہ گارڈز نظر آئے' اور ان کے درمیان حسن ماموں کے ساتھ کوئی اور بھی کھڑا تھا۔ مدیحہ کی طرف اس کی پشت تھی۔

"میم دولہے کا نام کیا ہے؟ بتائیں تاکہ آپ کے ہاتھ پہ لکھ سکوں۔" مہندی آرٹسٹ نے دوبارہ پوچھا۔ وہ بس سامنے دیکھ رہی تھی۔ اتنے شور میں اسے آواز نہیں یا شاید وہ سحر زدہ ہو کر رہ گئی تھی۔

"میم..."

"کبیر۔" اس کے لب پھڑ پھڑائے۔ وہ اونچا سا مرداب کسی بات پہ ہنستا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے گارڈز کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔ آج تو اس کے رنگ ڈھنگ ہی نرالے تھے۔

سفید شلوار قمیض پر کندھوں پر سیاہ شال ڈالے وہ معمول سے ہٹ کر پر کشش لگ رہا تھا۔ سلکی بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔ گال پر ابھرتے ڈمپل نے مزید دل ہارنے پر مجبور کر دیا۔

اس نے بس ایک نگاہ۔ ایک سر سری سے نگاہ سامنے نارنجی جوڑے میں ملبوس لڑکی پر ڈالی جو ڈھیروں لڑکیوں کے درمیان بیٹھی نجانے کس بات پہ مسکرا رہی تھی۔ وہ سر جھٹک کر دوسری طرف چلا گیا۔

www.novelsclubb.com

"آپ کے ہونے والے شوہر نہیں آئے؟" کسی نے اس سے پوچھا تو وہ چونکی۔

"میرے کون سے شوہر؟"

"وہی جس کا نام ہتھیلی پہ لکھوا کر بیٹھی ہیں۔" لڑکیوں کے قہقہے گونجے۔ مدیحہ نے بری طرح چونک کر اپنی ہتھیلی دیکھی پھر ساکت رہ گئی۔

"استغفراللہ۔ یہ کیسے ہو گیا؟" وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہ کیا کیا ہے تم نے؟" وہ دبی آواز میں بولی۔ "میری کوئی شادی نہیں ہو رہی ہے۔ کوئی دولہا نہیں ہے۔ میرے ماموں مزاق کر کے گئے تھے۔ تم نے بلاوجہ کسی کا نام لکھ دیا۔ اور یہی نام ملا تھا تمہیں؟"

"میں نے آپ سے دو چار دفعہ پوچھا تھا۔ آپ نے خود ہی یہ نام بتایا۔" مہندی لگانے والی لڑکی بھی گڑبڑا گئی۔

"میں نے کب نام لیا اس کا؟" اس نے کچھ سخت کہنا چاہا مگر کہہ نہیں سکی۔

"میم آپ کو حسن سر بلا رہے ہیں۔" ویٹر نے آ کر اطلاع دی۔ مدیحہ نے سر ہلایا۔ وہ جلد از جلد مہندی دھونا چاہ رہی تھی۔ رنگ اب تک نہیں چڑھا ہو گا۔

www.novelsclubb.com

"مدیحہ چلو۔" وہ جو اندر کی طرف جا رہی تھی۔ حمزہ نے اس کی کلائی پکڑ کر اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ جہاں فوٹو شوٹ چل رہا تھا۔

اگلے بیس منٹ تک وہ وہاں سے ہل نہیں سکی۔ جس وقت اسے جانے کی اجازت ملی۔ اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ مہندی تقریباً سوکھ گئی تھی۔ اب دھونے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔

وہ مضطرب انداز میں کمرے میں یہاں سے وہاں چل رہی تھی۔ دھونے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اب تو دھیرے دھیرے رنگ بھی پکا ہونے لگا تھا۔ وہ روہانسی سی صوفے پہ گر کر بیٹھی۔

"اب کیا کروں؟ کسی نے دیکھ لیا تو بہت مشکل ہو جائے گی۔ اگر اس منحوس انسان نے دیکھ لیا تو کیا ہو گا؟ کیا سوچے گا وہ؟ مجھے آخری کیا ضرورت تھی اس کا نام لینے کی؟ اور میں نے اس کا نام کب لیا؟" وہ سوچنے لگی پھر جھنجھلا گئی۔

"یااللہ۔میرے پیارے اللہ۔کسی بھی جمیل، شکیل کا نام نکل جانے دیا ہوتا میرے منہ سے۔اسی کا کیوں؟اب کوئی حل بتائیں۔" دروازے پہ دستک ہوئی۔مدیحہ نے ڈھیر سارا تھوک نگلا۔

"میم آپ کا کھانے پہ انتظار کیا جارہا ہے۔"کسی ملازم نے اطلاع دی۔وہ کرنٹ کھا کر اٹھی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔میں آرہی ہوں۔"اس نے دروازے کے قریب جاکر اونچی آواز میں کہا۔ پھر اچھی طرح دروازہ لاک کر کے دوبارہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"ابھی ملازم آرہا ہے۔تھوڑی دیر میں ماموں، سعد، حمزہ کوئی بھی آسکتا ہے۔یااللہ مدد۔" وہ اب ساری درازیں کھنگال رہی تھی جب ہاتھ میں فرسٹ ایڈ باکس آیا۔وہ جو اسے رکھنے لگی تھی، کچھ سوچ کر رک گئی۔ایک لمحے کے لیے وہ ساکت رہ گئی۔اسے یہ خیال پہلے کیوں نہیں آیا؟

اگلے دو منٹ بعد وہ اپنی ہتھیلی پہ پٹی باندھنے میں کامیاب ہوچکی تھی۔اپنی قابلیت پہ اسے رشک محسوس ہوا۔

کھانے کی لمبی میز پر تقریباً سارے ہی موجود تھے۔ سونے پہ سہاگہ یہ کہ کبیر مراد اس کے سامنے بیٹھا تھا۔اس کے ہاتھ میں پٹی دیکھ کر سارے ہی پریشان ہو گئے تھے۔

"میں پانی پینے گئی تھی۔ میرے ہاتھ سے گلدان نیچے گر کر ٹوٹ گیا تھا۔اٹھانے لگی تو کانچ لگ گیا۔ میں ٹھیک ہوں۔ زیادہ مسئلہ نہیں ہوا۔" اس نے جھوٹ بولا۔ نظریں زمین پہ دھنسی ہوئی تھیں۔

"تو تمہیں اٹھانے کی ضرورت تھی۔ کسی ملازم کو بلا کر صاف کروا دیا ہوتا۔ حد کرتی ہو تم بھی۔" بڑی ممانی اسے ڈانٹنے لگیں۔ ماموں نے ہاتھ دیکھنا چاہا تو اس نے اسے اپنے پیچھے چھپا لیا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ کھانا کھانے دیں۔ بھوک لگی ہے۔" وہ بہت گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔ بمشکل سب کا دھیان اس کی طرف سے ہٹا۔

جس کی وجہ سے اسے اتنی مشکل ہوئی۔ باتیں سننی پڑیں۔ وہ مزے سے 'یہ چکن بریانی ہے؟ نہیں مجھے مٹن پاس کرنا' کہہ کر پیٹ بھر رہا تھا۔ بھوکا۔

مدیحہ نے اسے من ہی من ہزاروں گالیاں دیں۔ ایک تو پٹی اتنی ٹائیٹ تھی کہ کھانا بھی نہیں کھایا جا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

اُف مدیحہ۔اُف۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ائیر پورٹ پر خاصہ رش لگا ہوا تھا۔اسے نہیں معلوم پاپرازی ہر جگہ کیسے پہنچ جاتے تھے۔
اس نے سیاہ جینز پر سرخ رنگ کا لانگ کوٹ پہنا ہوا تھا۔بالوں کو حسب معمول کھولا رکھا تھا۔
جواب کندھوں تک آرہے تھے۔

"میم اس طرف دیکھیے۔"

"رابیل میم۔یہاں اس طرف۔"

اس طرح کی مختلف آوازیں آرہی تھیں۔اس نے ایک لمحے کے لیے رک کر انہیں دیکھا پھر اپنی ٹیم کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

کار ائیر پورٹ سے باہر نکلنے تک وہ ان کے پیچھے کیمرے لے کر بھاگتے رہے تھے۔اس نے ری لیکس انداز میں سر کار کی پشت سے لگایا۔

"اور کتنا دن لگے گا تمہیں؟ایک کام کرنے میں اتنا وقت؟"اس نے کال پہ کسی سے کہا۔

"آپ بس کچھ دنوں تک اور انتظار کریں۔کام بہت پکا کیا ہے۔وقت تو لگے گا ہی۔"رابیل نے کال کاٹ دی۔وہ اب اپنی سیکریٹری کو کال ملا رہی تھی۔

"کبیر کہاں ہے؟"

"کسی تقریب میں شرکت کرنے گئے ہیں۔"رابیل سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"کس جگہ؟"

"ان کے کسی جاننے والے کے بیٹے کی کوئی تقریب ہے۔اگلے دو تین دن وہ وہیں مصروف ہیں۔"اس نے کال بند کرکے آنکھیں موند لیں۔

پیادوں کو اگلی چال کی خبر ملنی چاہیے۔مگر کیسے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کھانے اور رسموں سے فارغ ہو کر اب قوالی شروع ہو گئی تھی۔سارے ہی ایک طرف ہو کر بیٹھے تھے۔بڑے سے سٹیج پر گلوکار اور قوال بیٹھے ہوئے تھے۔ان کے سامنے ہی ایک طرف لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں اور دوسری طرف مرد موجود تھے۔چچی بھی بنارسی ساڑھی میں ملبوس گاہے بگاہے ایک دو نظر اس پہ بھی ڈال رہی تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مدیحہ کا دل بری طرح متاثر ہو چکا تھا۔وہ بے دلی سے یہاں وہاں دیکھ رہی تھی پھر احتیاط سے اپنا دوپٹہ سنبھالتی وہاں سے اٹھ گئی۔

وہ ولا کے عقبی حصے میں کھڑی تھی۔عقب سے گلوکار کی آواز آرہی تھی جو نجانے کون سی گیت گا رہا تھا۔اس طرف روشنی بالکل نہیں تھی۔ہاں البتہ آج پورے چاند کی رات تھی۔ہر طرف چاندنی بکھری ہوئی تھی۔مدیحہ نے آنکھیں بند کر کے فضا کی خنکی محسوس کی۔

(ان کے انداز کرم،ان پہ وہ آنا دل کا

ہائے وہ وقت،وہ باتیں،وہ زمانا دل کا)

مدیحہ نے آنکھیں نہیں کھولیں۔کوئی اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا تھا۔اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں۔اسے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔وہ اس کی آہٹ پہچانتی تھی۔

"میرے پیچھے کیوں آئے ہو؟"کبیر مراد حیران ہوا۔اس نے مدیحہ کی پشت کو گھور کر دیکھا۔

"میں آپ کے پیچھے تو نہیں آیا۔"مدیحہ نے مڑ کر اسے دیکھا۔وہ لبوں میں سگریٹ دبا کر لائٹر جلا رہا تھا۔اشارہ صاف تھا کہ وہ کس لیے آیا تھا۔

(نہ سنا اس نے توجہ سے فسانہ دل کا
زندگی گزری، مگر درد نہ جانا دل کا)

ڈرائیو کرتا قاسم تھوڑا بے چین لگ رہا تھا۔ آنکھیں بے تحاشہ سرخ ہو رہی تھیں۔ پیشانی پہ پسینے کے ننھے قطرے نمودار ہو رہے تھے۔

'مجھے بار بار چھوڑ کر جانے کی عادت کو بدلو، قاسم۔'

اسے گھٹن کا احساس ہوا۔ اس نے کلائی میں بندھی گھڑی کھول دی۔

(کچھ نئی بات نہیں حُسن پہ آنا دل کا
مشغلہ ہے یہ نہایت ہی پرانا دل کا)

چاندنی ان کے وجود پر بکھری ہوئی تھی۔ نارنجی لباس والی عورت مسلسل چاند کو دیکھ رہی تھی اور ساتھ کھڑا وجیہہ مرد اسے!

وہ چندر لوک تھا۔ کبیر کو آج سے پہلے ایسی چاندنی کہیں نہیں دکھی تھی۔

"مجھے دیکھ کر حیران ہونا بنتا تو نہیں تھا۔" وہ لائٹر جلا اور بجھا رہا تھا۔ بھڑکتے شعلے میں اس کے ناک میں پہنی وہ خوبصورت نوز پن مزید چمک رہی تھی۔

"ٹھیک کہتے ہو۔ جس محفل میں 'میں رہوں۔ اس محفل میں تمہاری غیر موجودگی پر حیران ہونا چاہیے۔" کبیر مسکرایا۔ مدیحہ اسے قصداً نظرانداز کر رہی تھی۔

"آپ نے خود ہی تو کہا تھا، میرے ساتھ رہو کبیر۔"

"دس سال پرانی بات ہے۔" اس نے ضبط کیا۔ کبیر نے لائٹر دوبارہ سے جلایا۔

"اثر آج بھی اتنا ہی ہے۔"

(وہ محبت کی شروعات، وہ بے تحاشا خوشی

دیکھ کر ان کو وہ پھولے نہ سمانا دل کا)

گلوکار نے بہت دل سے یہ مصرعہ دہرایا۔ مدیحہ نے ایک لمحے کے لیے ساتھ کھڑے اس دلکش مرد کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"میں ان باتوں پہ لعنت بھیجتی ہوں۔"

"مجھے آپ کی لعنت بھی قبول ہے، جناب۔" وہ سینے پہ ہاتھ رکھ کر بولا۔ مدیحہ نے اسے بے بسی سے دیکھا۔ آخر وہ چاہ کیا رہا تھا؟

(دل لگی، دل کی لگی بن کے مٹا دیتی ہے

www.novelsclubb.com

(روگ دشمن کو بھی یارب! نہ لگانا دل کا)

'محبت کے معاملے میں تم کتنے خوش قسمت ہو، قاسم۔ جسے دیکھو وہ تم سے محبت کرتا ہے۔'

کتنی غلط ہو تم اس معاملے میں مدیحہ۔ جس کی محبت چاہتا ہوں۔ کیا وہ کبھی مل سکے گی؟

اس نے چکراتے سر کے ساتھ جیسے تیسے کار پارک کی۔ اب اس کا رخ لفٹ کی جانب تھا۔

(میرے پہلو میں نہیں، آپ کی مٹھی میں نہیں

بے ٹھکانے ہے بہت دن سے، ٹھکانا دل کا)

"میرے لیے ہر پرانی بات بہت قیمتی ہے۔"

"تمہارے لیے ہوں گی۔ میرے لیے وہ سال، وہ دن سب خاک برابر ہیں۔ میں تمہیں اپنی ہر محفل سے دھتکارتی ہوں۔" اس نے رخ موڑ لیا تھا۔ شاید گیلی آنکھیں نہیں دکھانا چاہ رہی تھی۔

"میں اس معاملے میں بے بس ہوں۔ آپ لاکھ دھتکاریں۔ میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہوں گا۔" مدیحہ تلملا کر اس کی جانب گھومی۔

www.novelsclubb.com

"میرے ساتھ رہو گے؟ میرے ساتھ کب تھے تم؟ ہاں؟ میں حساب نہیں مانگتی تو مجھے اکسانے کی کوشش بھی مت کرو۔" وہ غرائی۔ کبیر نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ اس کے بالوں کو جوڑے سے آزاد کر دیا۔ مدیحہ ٹھٹھک گئی۔

(وہ بھی اپنے نہ ہوئے، دل بھی گیا ہاتھوں سے

ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آنا دل کا)

اپارٹمنٹ کی گلاس وال کے سامنے کھڑا قاسم اپنی شرٹ کے اوپری بٹن کھول رہا تھا۔ گھٹن کا احساس بڑھ رہا تھا۔

"میں مدیحہ کے سامنے خود کو بے بس محسوس کرتا ہوں یار۔ یوں جیسے اگر وہ نہ ملی تو سب کھو دوں گا۔"

کچھ گھنٹے پہلے کبیر کا کہا گیا یہ جملہ اس کی جان لینے پہ تلا ہوا تھا۔

اس نے چہرے پہ ہاتھ پھیر کر خود کو ریلیکس کیا۔ دل معمول سے ہٹ کر دھڑک رہا تھا۔

"میں انتظار کرتی رہتی ہوں اور تم نہیں آتے۔ ہر دفعہ تم جاتے ہو۔ ایک دفعہ میں چلی گئی ناں قاسم تو تم لاکھ پکارو میں نہیں آؤں گی۔"

www.novelsclubb.com

اسے اپنے سینے میں درد سا محسوس ہوا۔وہ گھٹنوں کے بل زمین پہ بیٹھ کر گہری گہری سانس لینے لگا۔

"میں اس سے الگ ہو ہی نہیں سکتا۔ہم سول میٹ ہیں۔ایک دوسرے کے ساتھ ہی مکمل ہوتے ہیں۔مدیحہ کبیر سے ہے اور کبیر مدیحہ سے۔میرے بعد وہ بہت تباہ ہوئی ہے۔میں اسے مزید تباہی سے بچانا چاہتا ہوں، قاسم یار۔"

آنسو اب گال بھگانے لگے تھے۔اتنا مشکل فیصلہ۔یا اللہ۔

"یا اللہ مجھے صبر دے۔مجھے کسی قسم کی زیادتی سے باز رکھنا۔میرے دل میں موجود جزبوں کو ختم کر دے اللہ۔"

کیا محبتوں سے دستبردار ہونا اتنا مشکل ہوتا ہے؟کیا محبت جان اس طرح نکالا کرتی ہے؟اسے کب خبر تھی کہ وہ کسی کے لیے یوں رونے والا تھا؟

(بے جھجک آ کے ملو، ہنس کے ملاؤ آنکھیں

آؤ ہم تم کو سکھاتے ہیں ملانا دل کا)

مدیحہ کے بال اڑ اڑ کر کبیر کے سینے پہ آرہے تھے۔وہ ہر شے سے بے نیاز اس کی خوشبو کو محسوس کر رہا تھا۔مدیحہ نے اس کی بند آنکھوں کو دیکھا۔

کبیر نے آنکھیں کھولیں۔اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیا۔وہ ٹھٹھکی۔مدیحہ نے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا مگر گرفت مضبوط تھی۔کبیر نے دھیرے سے اس کی ہتھیلی پر لپٹی ہوئی پٹی اتاری۔

مدیحہ کی سانس رک گئی۔وہ پتھرائی ہوئی آنکھوں سے سب دیکھ رہی تھی۔

وہاں کوئی چوٹ، کوئی زخم، کوئی نشان نہ تھا۔اس کی ہتھیلی پر بڑی خوبصورتی سے کبیر کا نام مہندی سے لکھا گیا تھا۔'اچھا تو اسے چھپایا جا رہا تھا۔'

"دیکھو تم زیادہ خوش فہمی کا شکار مت ہونا۔یہ سب بس ایک غلط فہمی تھی۔مہندی آرٹسٹ کو لگا میری بھی شادی ہو رہی ہے۔" وہ مسکرایا۔مدیحہ کو لگا جیسے اس کے ڈمپل منہ چڑھا رہے ہوں۔

"انہیں یہ کس نے بتایا کہ آپ کی شادی مجھ سے ہی ہو گی۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ دیکھو بکواس مت کرو۔میں نے کہا ناں وہ سب ایک غلط فہمی تھی اور میں نہیں چاہتی تھی کہ کوئی تمہارا نام میرے ہاتھ پہ دیکھے۔اس لیے یہ سب کچھ کیا۔"

"اتنی وضاحتیں کس لیے سرکار؟" وہ ہنس کر بولا۔ مدیحہ نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ کبیر مراد کا دل ایک لمحے کے لیے رکا۔ وہ اس کے سامنے شرمائی گھبرائی سی کھڑی تھی۔

اتنا مکمل حسن! اس سے عشق نہ ہو تو کیا ہو؟

"ہاتھ چھوڑو میرا۔"

"ایک دفعہ چھوڑنے کی غلطی کر چکا ہوں۔ اب بار بار نہیں۔" وہ جھک کر اس کے ہتھیلیوں سے اٹھتی مہندی کی خوشبو سونگھ رہا تھا۔ مدیحہ نے اس کے چہرے پہ پھیلے سکون کو دیکھا۔

(لے چلا ہے مرے پہلو سے بصد شوق کوئی

اب تو ممکن نہیں لوٹ کے آنا دل کا)

قاسم شاور کے نیچے کھڑا تھا۔ تھوڑی دیر بعد گیلے کپڑوں سمیت بیڈروم میں گیا۔ بیڈ پہ پھینکا ہوا موبائل فون اٹھایا۔ اس کی چیٹ کھولی جس کا میسج پچھلے ایک ہفتے سے نہیں دیکھ رہا تھا۔

"میں نے آج بھنڈی کی سبزی بنائی ہے۔ تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔"

مدیحہ کا وائس میسج آیا ہوا تھا۔ قاسم نے دوسرا سننا شروع کیا۔

"بھوک لگ رہی ہے۔ چلو کچھ کھا کے آتے ہیں۔"

"کل مارکیٹ میں سیل لگے گی۔ میں سوچ رہی ہوں، وہاں سے سردیوں کے کپڑے لے لوں۔ تم بھی چلو۔"

"میں نے تمہارے لیے دو شرٹ لی ہے۔ سائز میں کنفیوژن ہو گئی تھی۔ تمہاری دراز میں رکھ دی ہے۔ پہن کر بتانا کیسی ہے۔"

ایسے ڈھیروں میسجز تھے۔ قاسم ایک ایک کر کر سب سنتا گیا۔ آنکھیں اب برس چکی تھیں۔ اب سارے آنسو دل پہ گر رہے تھے۔

"حمزہ کی مایوں تھی آج۔ میرا ڈریس کیسا لگ رہا ہے۔" اس کی ڈھیروں تصویریں بھی موجود تھیں۔ وہ ایک ایک کر کے ساری دیکھتا گیا۔

"حمزہ کی مہندی پہ میں نے یہ پہنا ہے۔ تم سامنے سے دیکھ لو تو جل کر آدھے مر جاؤ۔ اس حد تک حسین لگ رہی ہوں۔"

قاسم ہنسنے لگا۔ وہ اسے ہمیشہ ہی حسین لگتی تھی۔ مہنگے، بھاری لباسوں میں بھی۔ ڈھیلی سی شرٹ اور ٹریک پینٹ میں بھی۔ ہر حال میں حسین۔ ہر وقت حسین۔

قاسم نے گہری سانس لے کر آنسوؤں کا راستہ روکا۔

www.novelsclubb.com

"میں چاہتی ہوں تم ہمیشہ میرے ساتھ رہو۔ کیونکہ مجھے 'مدیحہ فاروق کو تمہاری بہت بری عادت لگی ہے۔"

جب تک تقدیر نے ساتھ دینا تھا۔ وہ اس کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

(ان کی محفل میں نصیر! ان کے تبسم کی قسم

دیکھتے رہ گئے ہم، ہاتھ سے جانا دل کا)

کبیر نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ ہوا سے بال اڑ رہے تھے۔ مدیحہ نے انہیں دوبارہ جوڑے میں لپیٹنے کے ارادے سے انہیں سمیٹنے لگی۔

"پٹی بھی باندھ لیں۔ ورنہ ہمارے عشق کے چرچے اخباروں میں چھپیں گے۔ ہر نیوز چینل میں دکھنے لگیں گے۔" وہ جس انداز میں بولا مدیحہ کو ہنسی آ گئی۔ وہ بالوں کا جوڑا بناتی ہنسنے لگی۔

عقب سے گلوکار جھوم جھوم کر یہ مصرعہ بار بار دہرا رہا تھا۔ کبیر بغیر پلک جھپکے اسے دیکھے گیا۔ اسے لگا جیسے کسی نے اس کے دل کی بات کہہ دی۔ اتنی مکمل مسکراہٹ!

"آپ نے مجھے دہلی دکھانے کا وعدہ دے رکھا تھا۔" وہ کچھ یاد کر کے بولا۔ مدیحہ نے عاجزی سے اسے دیکھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb
www.novelsclubb.com

"دس سال پرانی بات ہے۔"

"میں تو آج بھی اس امید میں ہوں کہ آپ وعدہ پورا کریں گی۔ دس سال ہی تو گزرے ہیں۔ میں اگلے دس سال اور بھی انتظار کر سکتا ہوں۔" اس کی نظریں اس کے چہرے پہ بکھرے رنگوں کا طواف کر رہی تھیں۔

"میں جا رہی ہوں۔"

"مدیحہ۔" اس نے پکارا۔ "رکیں."

وہ وہاں سے تقریباً بھاگتے ہوئے نکلی تھی۔ اس کا نارنجی آنچل کبیر کے سینے سے ہوتا ہوا یوں گیا جیسے ساتھ آنے کی منت کر رہا ہو۔

جب تک فنکشن ختم نہیں ہوا۔ کبیر کی آنکھیں مدیحہ کے ساتھ ساتھ ہی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اصولاً تو آج حمزہ کی بارات کا دن ہوتا مگر اس میں بھی ایک روز کا وقفہ لیا گیا تھا۔ حمزہ کی منگیتر کی ڈیمانڈ تھی کہ ڈیسٹینیشن ویڈنگ کی جائے۔ آج انہوں نے رات کی فلائٹ سے جودھ پور (راجستھان) جانا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ رات میں ہی جواد کے ساتھ واپس گھر آگئی تھی۔

ابھی شام کے چار بج رہے تھے۔ آدھے دن تک وہ سوتے رہے تھے۔ آج سردی بھی بہت زیادہ تھی۔ صبح سے ہی اس کی تبعیت بوجھل محسوس ہورہی تھی۔

فضا میں عصر کی اذان بلند ہوئی تو وہ نماز کے لیے کھڑی ہوگئی۔ نماز پڑھ کر بھی سکون نہیں ملا۔ وہ کتنی ہی دیر تک سر جھکائے بیٹھی رہی۔ دل نجانے کیوں کسی چیز کا سگنل دے رہا تھا۔

کچھ نہ سمجھ آیا تو اپنے لیے آسانیاں مانگ کر وہ تیار ہونے لگی۔ ابھی تک اس نے حمزہ کی شادی کا تحفہ نہیں لیا تھا۔ راستے سے تنوی کو پک کر کے آج ساری خریداری کرنی تھی۔

اس نے سیاہ رنگ کے کرتے پہ نیلی جینز پہنی ہوئی تھی۔ بالوں کی ڈھیلی سی چٹیا بنا کر وہ جیکٹ پہن رہی تھی۔ اس نے ہیل اتار کر جو گزر پہنے۔ اب وہ مکمل تیار تھی۔

وہ گھر سے نکلی تو پانچ بجے کا وقت ہوا تھا۔ شاپنگ کرتے مغرب کب کی قضا ہو چکی تھی۔ وہ ایک مارٹ کے سامنے رکے۔ تنوی اس کے ساتھ ہی تھی۔

"تنوی تم یہیں رکو۔ میں بس پے منٹ کر کے آتی ہوں۔ میں نے کچھ گروسری کی چیزیں یہاں رکھوائی تھیں۔" وہ سڑک کی دوسری طرف گاڑی پارک کر کے نکل گئی۔

مارٹ میں داخل ہوتے وقت اسے محسوس ہوا کہ جیسے کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔اس نے نظر انداز کیا۔وہ پے منٹ کے لیے کاؤنٹر کی طرف بڑھی تو کسی نے اسے زور کی ٹکر ماری۔مدیحہ لڑکھڑا کر سیدھی ہوئی۔

("زرین ان تعاقب کاروں کے لیے اس ہڈی کا رول پلے کرے گی۔جسے مالک پھینکتا ہے اور کتے پورے جوش میں پکڑ کر واپس مالک کو دے آتے ہیں۔")

"دیکھ کر چلیں۔میں گر جاتی تو۔"اس آدمی نے کوئی جواب نہیں دیا۔سارا مارٹ خالی تھا۔بس سات آٹھ مردوں کے سوا وہاں کوئی نہ تھا۔مدیحہ کو ان کی نظریں حرکتیں سب بہت عجیب لگیں۔

دل نے زور زور سے سگنل دینا شروع کیا۔پے منٹ ہوتے ہی اس نے شاپرز اٹھائے اور تیزی سے باہر نکلی۔اس کے ساتھ ہی وہ سارے کے سارے مرد بھی باہر آئے۔

خدا خدا کر کے وہ گاڑی کے اندر بیٹھی۔رنگت بری طرح اڑی ہوئی تھی۔

("یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ وہ صرف زرین کے پیچھے جائیں۔ہو سکتا ہے کہ ان کی نظریں ہم پہ بھی ہوں۔")

www.novelsclubb.com

"مدیحہ سب خیر ہے؟" تنوی اس کا چہرہ دیکھ کر پریشان ہوئی۔ مدیحہ نے اثبات میں سر ہلایا پھر نفی میں۔

"مجھے کچھ بہت غلط لگ رہا ہے۔" اس نے بیک ویو مرر میں دیکھتے ہوئے کہا۔ وہی مرد موٹر سائیکل پر سوار ان کے پیچھے آرہے تھے۔

"میرا فون اٹھاؤ اور قاسم کو کال کرو۔ جلدی کرو۔" اس نے اپنا موبائل تنوی کی طرف بڑھایا۔ تنوی بار بار نمبر ٹرائی کر رہی تھی مگر رنگ نہیں جا رہی تھی۔ یہاں نیٹ ورک نہیں تھا۔

"سگنل نہیں آرہے ہیں۔" اس نے بے بسی سے کہا۔ مدیحہ نے گہری سانس لی۔

"سعد، جواد، حمزہ جس کا بھی نمبر لگے اسے کال کرو۔" مدیحہ تیزی سے ڈرائیو کر رہی تھی۔ تنوی جھنجھلا گئی۔

"کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ میں کیا کروں؟"

"اگلے موڑ پر مندر میں آج کوئی پوجا ہے۔ تقریباً سارا شہر وہاں موجود ہے۔ میں وہیں گاڑی روکوں گی۔ تم فوراً وہاں اتر جانا۔" اس نے رش ڈرائیونگ کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ تنوی پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مدیحہ کیا ہوا ہے جان؟ میں تمہیں نہیں چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ یہ ہمارے پیچھے آ رہے ہیں؟"

"جذباتی ہونے کا وقت نہیں ہے۔ ہاں یہ لوگ میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ہم دونوں ساتھ مریں۔ اس سے بہتر یہ نہیں ہے کہ تم یہاں سے نکلو اور میری مدد کے لیے کسی کو بھیجو۔" وہ موڑ آ گیا تھا۔ اتفاق تھا یا کیا کہ سامنے ہی جلوس مندر کی طرف جا رہا تھا۔

"تنوی اگلے دس سیکنڈ کے اندر تم اترو۔ پلیز بحث نہیں کرنا۔ اترو جلدی۔" وہ تقریباً چیخی۔ گاڑی روکی نہیں بس سپیڈ کم کر دی۔

"اپنا خیال رکھنا مدیحہ میں پولیس فورس بھیجتی ہوں تمہارے پیچھے۔" وہ مرد کہیں پیچھے رہ گئے تھے۔ مدیحہ نے گاڑی کی سپیڈ بڑھائی۔ ابھی دو منٹ بھی نہیں ہوا تھا کہ اس کے آس پاس کئی موٹر سائیکلیں نظر آئیں۔

ایک ایک موٹر سائیکل پر دو دو مرد سوار تھے۔ ان سب کے ہاتھ میں اسلحے تھے۔ چار موٹر سائیکلوں نے مدیحہ کو گھیرنے کی کوشش کی۔

("اگر کسی کو کہیں بھی معمولی سی ہی سہی گڑبڑ کا احساس ہو تو۔وہ ایک دوسرے کو کسی بھی صورت اطلاع ضرور دیں گے۔")

"یااللہ میری مدد کرنا۔"اس نے درود پڑھتے ہوئے اپنا موبائل اٹھایا۔دفعتاً کسی نے اس کی کار کو ہٹ کیا۔موبائل ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گرا۔

اس نے دوبارہ سے موبائل اٹھایا۔سب سے اوپر کبیر کی چیٹ تھی۔اس نے وائس ریکارڈنگ آن کی۔

"کبیر میں...."اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اس کی ایک چیخ گونجی۔ان لوگوں نے فائرنگ شروع کردی تھی۔گاڑی کا شیشہ چکنا چور ہو گیا۔مدیحہ کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ کر گرا۔اسے نہیں پتا میسج گیا بھی تھا یا نہیں۔

اس نے سپیڈ بڑھائی۔وہ پوری کوشش کر رہے تھے اس کے برابر آنے کی۔مگر مدیحہ ایک بہترین ڈرائیور تھی۔

مدیحہ کی قسمت اچھی تھی یا ان کا نشانہ برا۔انہوں نے کئی کوششیں کیں ٹائر پنکچر کرنے کی مگر ناکام رہے۔

www.novelsclubb.com

("ایک دوسرے کی طرف سے موصول ہوا کوئی معمولی سا بھی میسج ہو۔ ہم اس جگہ جانے کی کوشش کریں گے، جہاں میسج دینے والا موجود ہو گا۔")

اس کی سب سے بڑی خامی آج بہت بری ثابت ہو رہی تھی۔ مدیحہ فاروق کو راستوں کا علم نہیں تھا۔ اسے راستے کبھی بھی یاد نہیں رہتے تھے۔ وہ بس موڑ کاٹتی بھاگ رہی تھی۔ اسے نہیں علم تھا وہ کہاں سے کہاں نکل آئی ہے۔

دور کہیں سے موٹر سائیکلوں کی آواز آ رہی تھی۔ یعنی وہ پہنچنے والے تھے۔ مدیحہ نے آس پاس نگاہیں ڈالیں۔ سامنے لمبی، تاریک اور خالی روڈ تھی۔ آج دھند بالکل نہیں تھی۔

آسمان بالکل صاف تھا۔

وقت کم تھا۔ وہ بس پہنچنے والے تھے۔ اس کے پاس دو راستے تھے یا تو وہ کسی کو مدد کے لیے بلائے یا پھر اپنی مدد کے لیے خود تیار ہو جائے۔ اس نے اپنا راستہ چن لیا۔ مدیحہ فاروق نے مدد کے لیے کبھی کسی کو پکارا تھا؟ نہیں!

("اگر ہم ایک ٹیم ہیں تو ہمیں ایک دوسرے کے لیے اپنے سارے ضروری کاموں کو چھوڑ کر ایک دوسرے کے لیے آنا پڑے گا۔")

www.novelsclubb.com

اس نے پچھلی نشست کے نیچے رکھی اپنی پسٹل اٹھائی۔ سامنے ایک پیڑ تھا۔اس نے آنکھیں بند کیں۔ جواد کا ہنستا ہوا چہرہ سامنے آیا۔اس نے کار ریورس کی پھر یک دم ہی رفتار بڑھا کر کار پیڑ پر دے ماری۔

اسی وقت موٹر سائیکلوں پر سوار مرد گاڑی کی طرف آئے۔ چاروں طرف کھڑے ہو کر انہوں نے اپنی پوزیشن سنبھالی۔ایک دوسرے کو اشارہ کر کے انہوں نے کار گولیوں سے بھون دی۔ کوئی آہٹ, کوئی آواز نہ پا کر وہ حیران ہوئے۔ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو پوری گاڑی خالی تھی۔ دھویں کے باعث اسے کھانسی آنے لگی تھی۔

("اپنے ساتھیوں کے پہنچنے کا انتظار کرنا ہے۔اگر وہ وار کریں تو خود کو زندہ رکھنا ہے۔")

"ڈھونڈو اس کو کہاں گئی وہ۔ زندہ، مردہ کسی بھی حال میں گدی سے پکڑ یہاں لے آؤ۔"

اس نے آخر میں اپنے جوتوں کی طرف اشارہ کیا۔ وہ غالباً ان کا لیڈر تھا۔

"کہیں نہیں دکھ رہی ہے۔" ان میں سے ایک آدمی آ کر بولا۔

"گاڑی کی لائٹ جلاؤ۔ یہیں کہیں ہو گی۔" وہ جھاڑیوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہاں کچھ سرسراتا ہوا محسوس ہوا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ سارے ہی ایک ایک طرف ڈھونڈ رہے تھے جب اچانک ہی ایک چیخ بلند ہوئی۔ایک مرد پاؤں پکڑ کر جھکا ہوا تھا۔اس کے پاؤں میں ایک سر سراتی ہوئی گولی لگی تھی۔

"وہ یہیں ہے۔ڈھونڈو اس کو۔" وہ گالیاں دیتے ہوئے چیخ رہے تھے۔کسی کے پاؤں کو گولی لگی تو کسی کے دل کے مقام پر۔

("ان سے بھاگنا نہیں ہے۔جب تک سانسیں چلیں۔ان کا مقابلہ کرنا ہے۔تاکہ ہماری ٹیم پہنچے اور ہم ان کے ذریعے اصل قاتل کو پکڑ سکیں۔")

مدیحہ فاروق جھاڑیوں میں سے رینگتی ہوئی باہر نکلی۔وہ گنتی میں بارہ تھے۔چاکو، بلے، بندوقیں، کلہاڑی کیا کچھ نہیں تھا ان کے پاس؟

اس نے زمین پہ گری کلہاڑی اٹھائی۔ایک ہاتھ سے فائرنگ کرتے ہوئے اس نے کلہاڑی آگے بڑھتے مرد کے گھٹنوں سے ذرا اوپر ماری۔وہ بلبلاتے ہوئے نیچے گرا۔دائیں جانب سے آتے مرد کے سر پہ اس نے پسٹل پوری قوت سے ماری۔کسی نے مدیحہ کو پکڑنا چاہا مگر اس کے ہاتھ میں صرف مدیحہ کی جیکٹ ہی آسکی۔

www.novelsclubb.com

اس سے پہلے وہ دوسرا وار کرتی کسی نے پوری قوت سے اس کی پشت پر لات ماری۔ مدیحہ اوندھے منہ زمین پہ گری۔ وہ آدمی رکا نہیں۔ اس کی پشت پر، کمر پر، پیٹ پر بے تحاشا وار کرتا رہا۔ وہ سانس لینے کو رکا تو مدیحہ نے منہ میں آیا خون زمین پہ تھوکا۔

"کسی مرد پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے اسے ضرور یاد کر لینا۔ حرام کی پیداوار۔" ایک منٹ لگا تھا پہچاننے میں اسے۔ وہ اس کے بائیں بازو پر پاؤں رکھ کر بیٹھا تھا۔ اسی ہاتھ سے مدیحہ نے اسے تھپڑ مارا تھا۔

یہ آدمی اڈوانی کا بیٹا راج تھا۔ جسے مدیحہ نے کچھ مہینے قبل تھپڑ مارا تھا۔

"ایک دفعہ میرا ہاتھ چھوڑو پھر میں تمہیں بتاتی ہوں کہ اصل میں تھپڑ مارنا کسے کہتے ہیں۔ اس دن تو میں نے تمہیں نادان سمجھ کر صرف سمجھایا تھا۔ مارا تو آج ہے۔" اس نے ہنس کر اس کے بازو کی طرف اشارہ کیا جہاں کلہاڑی کا کٹ لگا تھا۔ وہ مزید تلملاتے ہوئے اس کا سر زمین پہ مارنے لگا۔ خون کا فوارہ تھا۔ جو سڑک پر بہہ رہا تھا۔

"تمہاری زندگی اور موت کا فیصلہ میرے ہاتھوں میں ہے۔بجائے اس کے کہ تم مجھ سے رحم کی بھیک مانگو تم غرور میں ڈوبی ہوئی ہو۔"وہ اس کے بالوں کو جکڑ کر غرایا پھر اس کے بازو پہ کھڑا ہوا۔ایک جھٹکا دیا تو ہڈی الگ ہونے کی آواز آئی۔مدیحہ کی چیخ نکلی۔

"کہہ دو اللہ ہی تمہیں زندہ کرتا ہے پھر تمہیں مارتا ہے۔"(سورۃ الجاثیۃ)اس کی آنکھ سے آنسو مسلسل بہہ رہا تھا۔وہ دھیرے سے بڑبڑائی۔اس کی آنکھیں بند ہونے لگی تھیں۔سر کے پچھلے حصے میں کافی گہری چوٹ آئی تھی۔

"مجھ سے معافی مانگو اور کہو کہ میری زندگی بخش دو۔"

"تم میرا کچھ نہیں کر سکتے۔میرا اللہ میرے ساتھ ہے۔"کئی قہقہے فضا میں بلند ہوئے۔

"کہاں ہے؟چلو اسی بہانے ہم دیکھ تو لیں گے۔کیونکہ تصویر تو تم آج تک دکھا نہیں سکے۔منہ دکھائی بھی ہو جائے آج ہی۔بلاؤ سامنے۔"مدیحہ نے نفرت سے اسے دیکھا پھر اسے جھکنے کا اشارہ کیا۔وہ جیسے ہی جھکا۔مدیحہ نے اس کے منہ پہ تھوک دیا۔

اس آدمی نے دوبارہ مدیحہ کو مارنا شروع کر دیا۔

"تمہارے جیسے وقت کے فرعونوں کے لیے میرا خدا نہیں آتا۔ وہ ہمیشہ ایک موسیٰؑ بھیجتا ہے۔ آج بھی بھیجے گا۔" اس نے مدھم سی سرگوشی کی۔ اس کی ہمت ختم ہو رہی تھی۔ سر گھوم رہا تھا۔ بازو سے ناقابل برداشت درد اٹھ رہا تھا۔ کیا یہ انت تھا؟

"مجھے لگتا ہے تم مرنے والی ہو۔ مگر مرنے سے پہلے درشن تو کرواتی جاؤ۔" وہ خباثت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

مدیحہ نے اپنے سینے کی طرف اس کا بڑھتا ہوا ہاتھ دیکھا۔ روکنے کی کوشش کی مگر جسم نے ساتھ نہ دیا۔ اس آدمی نے اس کے گریبان کو پکڑ کے کھینچا۔ دو انگلیوں کے برابر کپڑا اپھٹ گیا۔ اس سے پہلے وہ اپنا کام جاری رکھتا سر پہ لگنے والے بلے سے بلبلا کر دور گرا۔ درپے در کئی وار ہوئے۔ کوئی بنا سانس لیے اسے مار رہا تھا۔

کچھ آدمیوں کو مدیحہ پہلے ہی زخمی کر چکی تھی۔ کچھ کو اس بھوری آنکھوں والے مرد نے انہیں موت کے قریب پہنچا دیا تھا۔ مدیحہ نے نیم کھلی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا۔

وہ کسی جنونی کی طرح انہیں مار رہا تھا۔ وہ اس لڑکے کو سڑک پہ پھینکتا مدیحہ کی جانب آیا۔ اپنی جیکٹ اتار کر اس پر ڈالی۔

مدیحہ نے ہوش کھونے سے پہلے بھوری آنکھوں کو خود پہ جھکتے ہوئے دیکھا تھا۔جو دیوانہ وار اسے پکار رہا تھا۔شاید رو رہا تھا۔

اب اندھیرے تھا صرف اندھیرا۔اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش ہی نہیں کی۔وہ سکون سے آنکھیں موند گئی۔سامنے بیٹھے اس نیم پاگل مرد کے آنسوؤں کی پرواہ کیے بغیر!

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گھڑی کی سوئیاں بغیر رکے بس آگے بڑھتی جارہی تھیں۔وہ ایک سرد سی راہداری تھی۔ سفید رنگ میں رنگی ہوئی۔سارے کوریڈور میں صرف دل دھڑکنے کی اور گھڑی کی سوئیوں کی آواز آرہی تھی۔مدیحہ اندر آئی سی یو میں تھی۔ڈاکٹروں کے ساتھ خضر بھی تھا۔

راہداری میں اس وقت کبیر کرسی پہ بیٹھا تھا۔جس کی سفید شرٹ خون سے تر تھی۔اس کے چہرے پہ بھی خون لگا تھا۔وہ ساکت نگاہوں سے بس ایک نقطے کو گھورے جارہا تھا۔لرزتی ہوئی انگلیوں کو چھپانے کے لیے اس نے مٹھی بند کرلی۔ساتھ کھڑے نادر نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

قاسم آئی سی یو کے دروازے پر کھڑا تھا۔ وہ پولیس یونیفارم میں ملبوس تھا۔ جبڑے سختی سے بھینچے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں اترا خون صاف نظر آرہا تھا۔

"پریئر روم کہاں ہے سر؟" جولیا نے نادر سے پوچھا۔ اس نے راستہ سمجھایا۔ وہ وہاں سے چلی گئی۔

"اس کے بھائی کو خبر کردو۔ بار بار کال کر رہا ہے۔ آج ان دونوں کی آٹھ بجے کی فلائٹ تھی۔ ساڑھے گیارہ بج گئے ہیں۔" تنوی نے نجانے کس سے کہا تھا۔ وہ خود کو قصوروار سمجھ رہی تھی۔ اس نے مدیحہ کو آخر چھوڑا ہی کیوں تھا؟

"اچھی خبر آنے کے بعد بتادیں گے اسے، کرنے دو کال۔ موبائل آف مت کرنا۔" قاسم نے دھیرے سے جواب دیا۔

"کیا ہوا تھا تنوی؟ شروع سے بتاؤ ایک ایک لفظ۔ بات ضروری ہو یا غیر ضروری سب بتاؤ۔" سر جھکا کر بیٹھے ہوئے کبیر نے سوال کیا لیکن اسے دیکھا نہیں۔

"ہم شاپنگ پر گئے تھے۔ اس نے گروسری کا کچھ سامان ایک مارٹ میں رکھوایا تھا۔ وہ ہر بار انہیں لسٹ واٹس ایپ پر بھیج دیا کرتی تھی۔ آج بھی اس نے یہی کیا تھا۔ مجھے گاڑی میں بیٹھے

www.novelsclubb.com

رہنے کا کہہ کر وہ اندر سے سامان اٹھانے گئی۔" مختصر سا وقفہ لیا۔" وہ واپس آئی تو بوکھلائی ہوئی تھی۔ میں نے کئی دفعہ پوچھا کہ کیا ہوا ہے۔ اس نے ٹھیک طرح سے جواب نہیں دیا۔ بس کہا کہ قاسم کو کال ملاؤ۔"

ساری نظریں قاسم کی طرف گھومیں۔ وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ کھڑا رہا۔

"نیٹ ورک نہیں تھا۔ کال گئی ہی نہیں۔ میں نے قاسم، جواد، اس کا کزن سعد۔ سب کو کال ملائی مگر نیٹ ورک ایشو کی وجہ رنگ ہی نہیں جا رہی تھی۔ اس نے کہا کہ آگے موڑ پر مندر میں ایک بہت بڑی پوجا ہے،۔ میں وہاں اتر جاؤں۔" آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔ وہ رک گئی۔

"وہاں سے میں مدد کے لیے پولیس کو بھیجوں۔ مندر کی طرف جاتا ہوا جلوس آ گیا تھا۔ شور کے باعث کچھ سمجھ نہیں آیا۔ میں وہاں اتر گئی بھیڑ میں۔ کسی نے مجھے نہیں دیکھا۔ یہاں مجھ سے دو غلطیاں ہوئیں۔" وہ وہیں راہداری میں بیٹھ گئی۔ اسے اپنے پیروں پر کھڑا رہنا بہت مشکل لگنے لگا تھا۔

"پہلی غلطی۔ میں یہ پوچھنا بھول گئی کہ وہ کس طرف جا رہی ہے۔ وہ کیا کرے گی۔ دوسری غلطی۔ میں نے اپنے موبائل سے کسی کا نمبر نہیں ملایا۔ مندر کے پاس سگنل آ رہے تھے۔ مجھے آپ میں سے کسی کا نمبر اپنے موبائل میں سیو کر لینا چاہیے تھا۔ میں نے اسی وقت پولیس کو کال کی۔ مگر ان کا ریسپانس کچھ ٹھیک نہیں تھا۔ وہ وقت پہ آ جاتے تو اسے ڈھونڈ لیتے۔" قاسم کو اس کی باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ کبیر کے ساتھ بیٹھا۔

"تمہیں لوکیشن کا علم کیسے ہوا؟"

"مجھے ان کا میسج آیا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھیں۔ دو لفظ کہا پھر چیخ کی آواز آئی۔" اس نے آئی سی یو کے دروازے پر نگاہ ڈالی۔

"اس رات جب کوئی ان کے گھر میں داخل ہوا تھا اور تم نے مجھے ٹھہرنے کو کہا۔ میں نے اسی رات ان کے سارے کپڑوں میں جی پی ایس ٹریکر لگا دیا تھا۔ وہی جو اکثر چھوٹے بچوں اور ضعیف لوگوں کے کپڑوں میں لگایا جاتا ہے۔ میں نے خاص کر کوٹ، جینز کی جیبوں اور کرتوں میں لگایا ہوا تھا۔ آج انہوں نے وہی جینز پہنی تھی۔" قاسم نے چہرے پر اضطرابی کیفیت میں ہاتھ پھیرا۔

"بیہوش ہونے سے پہلے اس نے کچھ کہا تھا تم سے؟" کبیر نے اسے دیکھا۔ کبیر کی آنکھیں نیم مردہ لگ رہی تھیں۔

"اس نے کچھ کہا تھا تم سے؟" قاسم نے اپنی بات دہرائی۔

اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

www.novelsclubb.com

پولیس کی گاڑیاں، ایمبولینس، کبیر کے گارڈز کی گاڑیاں سب آگے پیچھے آکر رکیں۔ کبیر نے مدیحہ کا سر اپنی گودی میں رکھا ہوا تھا۔

وہ اسے پکار رہا تھا۔ چیخ رہا تھا۔ لوگوں کو ہدایت دے رہا تھا۔ کبیر نے اس کو ٹھیک طرح سے جیکٹ پہنائی۔

"کبیر مجھے۔" مدیحہ نے کھانستے ہوئے بولنے کی کوشش کی۔ خون کی چھینٹیں اس کے منہ سے باہر آئیں۔

"مدیحہ میں یہیں ہوں۔ ہم ہاسپٹل چلتے ہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلانے کی کوشش کی۔

لگاتار مدیحہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"اس آدمی نے مجھے مارا ہے۔ بہت مارا ہے۔ دیکھو کیا حال کر دیا میرا۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے کسی کو دکھانا چاہا۔ لوگ جو مدیحہ کے قریب آ رہے تھے کبیر نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روکا۔

"تم اس آدمی کو مرنے نہیں دو گے۔ تم اس آدمی کو زندہ رکھو گے۔ اسے زندہ رکھنا..... میرے لیے۔"

راہداری میں موجود لوگ یک دم ہی ساکت رہ گئے تھے۔ وہ محسوس کر سکتے تھے کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آئی سی یو کے باہر اب صرف کبیر کے گارڈز اور نادر ہی تھے۔ قاسم خدا جانے کہاں نکلا ہوا تھا۔ جولیا جا چکی تھی۔ جب یہ خبر ان تک آئی تو وہ نادر کے ساتھ موجود تھی۔ مجبوراً نادر کو اسے اپنے ساتھ لانا پڑا۔

کبیر سخت سردی میں اسی خون آلود شرٹ میں ملبوس مسجد کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔

("مجھے مدیحہ کی طرف سے ہمیشہ ایک ڈر سا لگا رہتا ہے۔")

اس نے اپنے جوتے اتارنا شروع کیے۔آس پاس کے لوگ حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ ہر شے سے بے نیاز تھا۔

("میرے بعد میری بیٹی کا خیال رکھنا۔میں اللہ کے بعد اسے تمہاری امان میں دیتا ہوں۔")

عشاء کی نماز پڑھ کر لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔کچھ اللہ کے بندوں نے رک کر اس آدمی کو دیکھا۔

وہ وضو کرنے کے لیے بیٹھا۔اس نے اپنے ہاتھوں پہ لگے اس کے خون کو دیکھا۔

"بسم اللہ۔"اس نے دونوں ہاتھوں کو پانی سے دھونا شروع کیا۔بہتے ہوئے پانی کا رنگ سرخ تھا۔

("مرنے والوں کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے ہیں۔اس کے آس پاس بھیڑیے ہیں۔گدھ ہیں۔ میرے جاتے ہی وہ اسے نوچ کھائیں گے۔")

وہ اب پاؤں دھو رہا تھا۔مسجد تقریباً خالی ہو گئی تھی۔وہ بغیر پلک جھپکے بالکل سیدھ میں چلتا ہوا مسجد کے صحن میں آیا۔

("میں تم سے نفرت کرتی ہوں کبیر۔ مجھے لگتا ہے کہ میری خوشی تمہاری میت دیکھنے میں ہے۔")

وہ رکوع میں جھکا ہوا تھا۔ رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے۔ اس نے دونوں ہاتھ بلند کیے پھر کانوں تک لے گیا۔ وہ رفع الیدین کرنا نہیں بھولتا تھا۔

("لوٹ آؤ کبیر۔ میں جانتی ہوں تم میری کال سنتے ہو۔ میرے میلز پڑھتے ہو۔ مجھے تم کس بات کی سزا دے رہے ہو؟")

وہ سجدے میں جھکا ہوا تھا۔ ایک آنسو ٹوٹ کر گرا پھر لگاتار آنسو بہتے رہے۔ نماز مکمل ہونے تک اس کا چہرہ تر ہو چکا تھا۔

دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا تو ایک لفظ نہ ادا ہو سکا۔ اسے کچھ کہنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ چپ چاپ بہتے آنسوؤں سمیت اپنے مالک کو اپنی بے بسی دکھا رہا تھا۔

"ان کی حفاظت کریئے گا۔" چہرے پہ ہاتھ پھیر کر وہ وہاں سے نکل گیا۔

وہ ہاسپٹل کی لابی میں پہنچا تو وہاں تنوی مورتی کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھی تھی۔ ہاتھ جڑے ہوئے تھے۔ آنکھیں بند اور لب پھڑ پھڑا رہے تھے۔ کبیر رک کر اسے دیکھنے لگا۔ دعائیں ایک تھیں۔ طریقے الگ الگ۔

وہ فارغ ہوئی تو کبیر نے انگلی سے اسے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

"تم سنبھال لو گی؟" وہ نادر کی لائی ہوئی جیکٹ پہن رہا تھا۔ تنوی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"آدھے گھنٹے تک دیکھ لو پھر ہم سب دیکھ لیں گے۔ کچھ بھی ہو کال کر کے انفارم کرنا۔" وہ اسے ہدایت دے کر گارڈز کی طرف مڑا۔

"کوئی بھی انسان جس کا تعلق مدیحہ سے نہیں ہے۔ پولیس، میڈیا کوئی بھی۔ وہ اگر زبردستی گھسنے کی کوشش کریں.... تو گولی مار دینا۔ باقی میں دیکھ لوں گا۔" اس نے آنکھوں پہ گلاسز لگائے۔ نادر اس کے پیچھے پیچھے ہی تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"پیادوں کا کام ہے۔ ملکہ کی حفاظت کرنا۔"

لاک اپ سے کچھ لڑکوں کو باہر نکالا جا رہا تھا۔ان کے جسم میں جگہ جگہ پٹی بندھی ہوئی تھی۔وہ لڑکھڑاتے ہوئے باہر نکل رہے تھے۔

کبیر مراد کھڑا سگریٹ سلگا رہا تھا۔ان میں سے دو موقعے پہ ہی فوت ہو گئے تھے۔کچھ بیہوش تھے مگر ان میں سے دو چار آدمی ہوش میں تھے۔

انہوں نے کبیر مراد کی مار کھائی تھی۔اس حالت کو پہنچانے والا وہی آدمی تھا۔اب یہ بات سمجھ سے باہر تھی کہ اس نے ان سب کی بیل کیوں کروائی۔

"کام ہوا؟" قاسم اس کے برابر میں آکر کھڑا ہوا تو کبیر نے سوال کیا۔

"ہو گیا۔"

"کسی کام کے ہیں؟"

"اب نہیں ہیں۔" وہ دونوں مسکرائے۔کبیر نے انہیں گاڑی میں لے جانے کا اشارہ کیا۔وہ دونوں بھی آگے پیچھے آئے۔

کئی کلو میٹر دور پہنچ کر ایک سنسان روڈ پر گاڑی رکی۔کبیر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا رہا۔قاسم دروازہ کھول کر باہر نکلا۔

www.novelsclubb.com

دوسری گاڑی سے ان کو باہر نکالا جا رہا تھا۔ رونے، چیخنے، گالیوں اور تھپڑوں کی آوازیں سب گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ کچھ بندے انہیں گھسیٹ کر سڑک پہ لے جا رہے تھے۔

قاسم کبیر کی گاڑی کے قریب آیا تو اس نے شیشہ نیچے کر کے اسے ریوالور پکڑائی۔

فضا میں کئی فائر کی آواز گونجی۔ یکدم سے ہی خاموشی چھا گئی۔ وہ چہرے پہ آئے خون کے چھینٹوں کو صاف کرتا ہوا اس کے پاس آیا۔ کبیر نے شیشہ نیچے کیا۔

"خس کم جہاں پاک۔" اس نے جھک کر کبیر کے کان میں سرگوشی کی۔ فضا میں دو قہقہے گونجے۔ قاسم نے آنکھوں پر گلاسز لگائے پھر اس کے ساتھ آ کر بیٹھا۔

گاڑی کے ٹائر چرچرائے اور آگے پیچھے وہاں سے چار گاڑیاں نکلیں۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات ساڑھے تین بجے۔

ڈاکٹروں کے ساتھ خضر بھی باہر آیا۔ کبیر کپڑے تبدیل کر چکا تھا۔ یا شاید نہا کر آیا تھا گیلے بال پیشانی سے چپکے تھے۔ تنوی اب بھی یہیں موجود تھی۔

"پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے۔ گولی لگی نہیں تھی بس چھو کر گزری تھی۔ سر کے پچھلے حصے میں چوٹ آئی ہے۔ کچھ ٹیسٹ اور ایم آر آئی ہو جائے پھر صحیح بتایا جا سکتا ہے۔" ان میں ایک سینئر سرجن تھے۔ انہوں نے قاسم کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ وہ بالکل گم صم تھا۔

"بلڈ تو بہت ضائع ہوا ہے۔ یہ ہڈی یہاں سے ٹوٹی ہے۔ پریشانی کی بات نہیں ہے۔ مجھے سر کی چوٹ تھوڑی فکر ہے۔ رپورٹ آ جائے۔ اپنے خدا پر بھروسہ رکھو بیٹا۔ بچی شادی شدہ ہے؟" وہ میز کی دوسری طرف کرسی پہ بیٹھے تھے اور وہ دونوں میز کے اس طرف۔ مدیحہ کی کچھ رپورٹ ان کے سامنے رکھی تھی۔

"نہیں شادی شدہ تو نہیں ہے۔ کیوں سب خیریت؟" قاسم چونکا پھر ان سے سوال کیا۔

"ہاں خیر تو ہے۔ جتنی چوٹیں اسے آئی ہیں پیٹ میں اسے فیملی بنانے میں کوئی پریشانی نہ ہو۔ ایک دفعہ پراپر چیک اپ کروانا ضروری ہے۔" کبیر نے گہری سانس لے کر چہرہ دوسری طرف موڑ لیا۔ عین اسی وقت وارڈ بوائے ہاتھ میں رپورٹ لے کر آیا۔

وہ سینئر سرجن مزید دو ڈاکٹروں کے ساتھ مل کر رپورٹ دیکھتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دوبارہ ان کے پاس آئے۔

"بری خبر ہے بیٹا۔ جس کا ڈر تھا۔ وہی ہوا۔ بچی کے لیے اگلے کچھ گھنٹے دعا کرو۔ اگر اسے اگلے اڑتالیس گھنٹوں میں ہوش آگیا تو ٹھیک ورنہ ساٹھ فیصد چانسز ہیں کہ وہ کومے میں بھی جاسکتی ہے۔" یہ خبر تھی یا کیا؟ ان کے دل رک گئے۔ لب حیرت سے کھل گئے۔ آنکھیں ساکت رہ گئیں۔

"دوسری بری خبر یہ کہ اس وقت بلڈ نہیں ارینج ہو سکا ہے۔ اسے خون کی بہت ضرورت ہے۔" قاسم نے گلا کھنکارا۔

"ہمارا بلڈ گروپ ایک ہے۔ میں اسے بلڈ دینے کے لیے تیار ہوں۔ جو بھی کرنا ہے جلد کریں۔" کبیر نے اسے دیکھا۔ قاسم نے سر اثبات میں ہلایا۔

کچھ ٹیسٹ کرنے کے بعد وہ اب لیٹا اسے خون دے رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مدیحہ بے خبر لیٹی ہوئی تھی۔

کبیر اور تنوی بس تھوڑی دیر اس کے ساتھ تھے پھر دونوں واپس راہداری میں چلے آئے۔

مدیحہ دنیا جہاں سے بے خبر بیہوش تھی۔

صبح کے ساڑھے چار بجے اسے ہوش آیا تھا۔اس کے ساتھ بس ایک نرس تھی۔ مدیحہ کو جو پہلا احساس ہوا وہ درد کا تھا۔ جسم کے ہر حصے میں اسے بے پناہ درد محسوس ہو رہا تھا۔تکلیف آنسو پھر چیخوں میں بدل گئی۔

وہ رو رہی تھی۔ روتے روتے چیخ رہی تھی۔ مگر زخموں اور درد کے باعث اس کی آواز،اس کی چیخیں سب کہیں دب گئی تھیں۔ نرس ہڑبڑا کر اٹھی۔ کبیر اور قاسم آگے پیچھے داخل ہوئے تھے۔

"ڈاکٹر کو بلاؤ جلدی۔" قاسم اونچی آواز میں چیخا اور بھاگ کر اس کے پاس گیا۔ مدیحہ نے اس کا ہاتھ تقریباً دبوچا تھا۔اس کے ناخن قاسم کی کلائیوں میں پیوست ہو گئے۔

"درد ہو رہا ہے قاسم۔ بہت زیادہ۔ پلیز اس کو بند کرو۔" اس کی آنکھیں ہونٹ سب سوجے ہوئے تھے۔ چہرے پہ جگہ جگہ گھرے نیل پڑے تھے۔ قاسم کو لگا کسی نے اس کا کلیجہ نکال دیا ہو۔

"کچھ نہیں ہو گا۔ میں ہوں ناں۔ تسلی رکھو۔" ڈاکٹر دوڑتا ہوا آیا۔ وہ نرس کو ہدایت دے رہا تھا۔ کبیر دروازے کے پاس کھڑا سب دیکھ رہا تھا۔ وہ آگے بڑھ ہی نہیں سکا۔

"آپ پلیز پیچھے ہٹیں۔" قاسم نے اس کا ہاتھ چھڑانا چاہا مگر گرفت مضبوط تھی۔وہ پیچھے ہٹ تو گیا مگر ہاتھ نہ چھوڑا۔

ڈاکٹر نے انجیکشن لگایا۔کچھ دیر کے بعد اسے راحت ملی تو وہ دوبارہ گہری نیند میں سو گئی تھی۔

وہ دونوں واپس باہر چلے گئے تھے۔

"صبح ہوتے ہی اس کے بھائی کو خبر کرنا پڑے گا۔دونوں ایک دوسرے سے ہر دو تین گھنٹے پر بات کرتے ہیں۔کئی گھنٹے ہو گئے مدیحہ کی خبر نہیں۔" قاسم نے پیشانی مسلتے ہوئے سر کرسی کی پشت سے لگایا۔

"وہ سہہ لے گا؟" کبیر نے پوچھا۔

"سہنا تو پڑے گا۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلے دن کا سورج طلوع ہو گیا تھا۔کل کے برعکس آج درجہ حرارت بڑھا ہوا تھا۔نرم دھوپ نے دہلی کو اپنی آغوش میں لیا ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

مدیحہ ابھی تک سو رہی تھی۔ قاسم جا چکا تھا۔ کبیر کرسی پہ بیٹھا تنوی کا انتظار کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ شاید تنوی نے اب تک جواد کو اطلاع دے دی ہو گی۔ وہ رات والے ہی لباس میں ملبوس تھا۔

کبیر نے گردن گھمائی رف سے حلیے میں تیز قدم اٹھاتا ہوا جواد آ رہا تھا۔ کبیر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ جواد سے کچھ کہنے کی ہمت نہیں کر سکا۔

جواد اسے نظر انداز کر کے آئی سی یو کا دروازہ کھول کر اندر گیا۔ جہاں وہ دنیا سے بے خبر، بے سدھ لیٹی ہوئی تھی۔ چند لمحے وہ آگے بڑھ ہی نہیں سکا۔ ہسپتال کے گاؤن میں ملبوس وہ پٹیوں میں جکڑی ہوئی تھی۔ چہرے پہ جابجا زخموں کے نشانات تھے۔

وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا اس تک گیا۔ اس کے قریب بیٹھا۔ جواد نے اس کے ہاتھ میں بندھا ہوا پلاسٹر دیکھا۔ آنکھوں کے سامنے کا منظر دھندلا گیا۔ اس نے دھیرے سے مدیحہ کا ہاتھ چوما۔ سر چوما۔

www.novelsclubb.com

آنکھیں رگڑتا وہ دروازے کی طرف بڑھا۔اس کی چال اور حلیے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ساری رات وہ سڑکوں پر خوار ہوتا رہا تھا۔ بیگی جینز اور سفید شرٹ پر اس نے بھوری جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔آنکھیں بے حد سرخ تھیں۔حلیہ عجیب ہوا تھا۔

"آپ میں سے کسی کو اتنا حق نہیں تھا کہ آپ مجھے بے خبر رکھتے۔آپ ان کے کچھ نہیں لگتے۔ سمجھ آ رہی ہے آپ کو؟آپ کچھ بھی نہیں لگتے۔جب بھی کسی اجنبی کی مدد کرتے ہیں تو سب سے پہلے خاندان کو مطلع کرتے ہیں۔"وہ باہر نکل کر بے حد سرد مگر مدھم آواز میں بولا۔

کبیر نے چونک کر اسے دیکھا۔وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ٹوٹا، بکھرا، دھاڑتا ہوا۔

"ایسی بات نہیں ہے۔یار تم پریشان ہو جاتے چیزیں بگڑ جاتیں۔"تنوی نے وضاحت دینی چاہی جب اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بولنے سے روکا۔وہ سرخ آنکھوں سے بس کبیر کو دیکھ رہا تھا۔دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے۔

"ان کا گارڈین میں ہوں۔آپ میں سے کوئی نہیں۔آپ سب نے مجھے بے خبر رکھ کر اچھا نہیں کیا۔خدا کی قسم اگر انہیں کچھ بھی ہوا تو میں ایک ایک کی قبر اپنے ہاتھوں سے کھودوں گا۔"

تنوی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے سمجھانا چاہا تھا جسے وہ جھٹک چکا تھا۔ کبیر خاموش تھا۔ جو اداس دفعہ حق پہ تھا۔ کبیر نے یہ اس کے ساتھ پہلی دفعہ نہیں کیا تھا۔

"آپ کو لگا ہو گا کہ پہلے معاملہ ختم کرتے ہیں پھر اس کو اطلاع دیں گے۔ کیوں؟ کیونکہ آپ کی نظر میں 'میں ایک بچہ ہوں۔ مدیحہ کا اگر بڑا بھائی موجود ہوتا۔ تو کیا تب بھی آپ اسے بے خبر رکھتے؟ بالکل نہیں۔" اس نے جیکٹ کی آستین سے آنکھوں سے نکلتے پانی کو صاف کیا۔

"آپ بڑے اور چھوٹے کا حساب لگاتے رہ گئے اور یہ بھول گئے کہ بھائی بڑا ہو یا چھوٹا۔ بھائی ہمیشہ بھائی ہوتا ہے۔ میں ان کا بھائی ہوں۔ ان کی حفاظت کی ذمہ داری میرے اوپر ہے۔ اندر جو عورت موجود ہے۔ وہ میری بہن ہے۔ ماں ہے۔ باپ ہے۔ بھائی ہے۔ میرا سارا خاندان ہے۔ اور میں اس خاندان کا مرد۔ میرے خاندان پہ بات آئی اور آپ سب مجھ سے چھپا گئے۔ جن بندوں کے سینے آپ چیر کے آرہے ہیں۔ وہ میرے گنہگار تھے۔ ان سے حساب مجھے لینا تھا۔"

تنوی سر پہ ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ اب کی دفعہ کبیر پھر سے چونکا۔ اسے کس نے بتایا؟

"ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ مدیحہ کے سارے فیصلے اب تمہارے ہاتھ میں ہیں۔ دل بڑا کرو۔ جو ہوا سب درگزر کردو۔ یہ وقت آپس میں لڑنے کا نہیں ہے۔ بس ان کی حفاظت کرنی تھی۔

ویسے بھی وہ کبھی تمہیں اس سب میں شامل نہیں ہونے دیتیں۔بس اس لیے ہی۔"اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔جواد نے بے بسی سے اسے دیکھا۔کبیر اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔وہ دونوں بھائی بہن ایک دوسرے کا جہان تھے۔

اگلا سارا دن اسی طرح گزرا۔جب بھی مدیحہ کو ہوش آتا یا تو وہ چیخ رہی ہوتی تھی' یا پھر بے آواز آنسو بہاتی۔وہاں موجود ہر انسان کو خبر تھی کہ وہ اتنی بھی کمزور نہیں تھی۔قاسم نے اسے سمجھانے کی کوشش کرنا چاہی تو اس نے اس کے ساتھ بھی بدتمیزی کر دی۔

"مدیحہ بات کو سمجھو۔تمہاری میڈیکل کنڈیشن ایسی نہیں ہے کہ تم..."

"بکواس بند کرو۔تم میرے باپ نہیں ہو۔جواد اس سے کہو یہ کمرے سے چلا گیا۔میں اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔بے شک کوئی بھی رہے یہاں۔مگر یہ نہیں۔" قاسم نے کچھ مزید کہنا چاہا مگر!

"میں نے کہا جاؤ۔" چیخنے کے باعث اس کے سر کے پچھلے حصے میں درد اٹھ گیا تھا۔نرس نے سب کو روم سے نکل جانے کے لیے کہا۔قاسم بے بسی سے دیکھتا رہا پھر چلا گیا۔اس دفعہ وہ شاید ناراض ہو کر گیا تھا۔

وہ گہری نیند میں سو رہی تھی۔ روم میں رکھے لمبے صوفے پر جواد سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا۔ کبیر نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ جواد نے گردن اٹھا کر دیکھا تو وہ اسے باہر آنے کا اشارہ کر کے باہر نکل گیا۔

"مدیحہ اتنا کیوں رو رہی ہیں؟ کیا ان کے ساتھ کوئی ڈراما ہے؟" وہ دونوں ہاسپٹل کی لابی میں تھے۔

"ڈراما نہیں درد ہے۔ شاید کہیں نہ کہیں ڈراما بھی ہے۔ میں نہیں جانتا ان کے ساتھ اس وقت کیا ہوا تھا مگر خیر۔ آپ کو ڈاکٹر نے نہیں بتایا کہ ان کا یہ ہاتھ ایک دفعہ پہلے بھی ٹوٹ چکا ہے؟ سردیوں کے موسم کی چوٹ ویسے بھی زیادہ تکلیف دیتی ہے۔ پھر بار بار ایک ہی ہاتھ کا ٹوٹنا تکلیف دہ تو ہے۔" کبیر چلتے چلتے ہوئے رکا۔ اس بات پہ تو دھیان ہی نہیں گیا تھا کہ اس کا ہاتھ پہلے بھی ٹوٹ چکا ہے۔ مگر کیسے؟

"کیا ہوا تھا؟"

"بابا کے انتقال کے دوسرے یا تیسرے دن چچا اور فرحان بھائی نے انہیں مارا تھا۔ اس وقت اس سے بھی زیادہ بری طرح چوٹ آئی تھی۔" کبیر نے بدقت سر اثبات میں ہلایا۔

www.novelsclubb.com

"وہ ان سے ڈرتی نہیں ہیں مگر انہیں ٹارچر بہت کیا گیا ہے۔اس طرح کے حالات میں وہ ایسے ہی بی ہیو کرتی ہیں۔کچھ دن مزید تلخ رہیں گی پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔"وہ اب گیلی گھاس پہ چل رہے تھے۔چلتے چلتے اچانک ہی جواد رک گیا۔

"آپ نے مجھے مطلع کرنا ضروری کیوں نہیں سمجھا؟کیا صرف اس لیے کہ میں نے ایک دفعہ انہیں تکلیف دی تھی اور آپ نے ہاسپٹل لے جانے میں ان کی مدد کی؟وہ ہمارا آپسی مسئلہ تھا۔ہماری لڑائی تھی۔یہ بات علیحدہ ہے۔"کبیر بھی رک گیا پھر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"ہم پریشان تھے اس وقت۔ہمیں تمہارا خیال سرے سے آیا ہی نہیں۔جب آیا تو وہ بہت مشکل وقت تھا۔مدیحہ کے لیے۔ہمارے لیے۔حالات بحال ہوتے ہی سب بتادیا۔"

"یعنی آپ شرمندہ نہیں ہیں؟"جواد نے خفگی سے سوال کیا۔کبیر نے ہنس کر اثبات میں سر ہلایا۔

"بالکل نہیں۔میں اپنے فیصلوں پر بہت کم ہی شرمندہ ہوتا ہوں۔مجھے جب کبھی موقع ملا۔میں یہی کروں گا۔"جواد سر جھٹک کر رہ گیا۔کبیر نے سگریٹ سلگائی۔ایک اسے بھی دی۔دل

ہی دل میں شکر ادا کیا کہ مدیحہ بے ہوش ہے۔ورنہ اس کے بھائی کو بگاڑنے کا الزام بھی کبیر کے سر آجانا تھا۔

"انہیں امید تھی کہ آپ آئیں گے۔ بابا کو بھی تھی۔ آپ نہیں آئے۔امید دم توڑ گئی۔اب آپ کی موجودگی عجیب لگتی ہے۔"وہ دھیرے سے بولا۔اس کے ایک ایک لفظ میں سادگی تھی۔وہ طنز نہیں کر رہا تھا۔اپنی بہن کی طرح زہریلے لہجے میں نہیں بول رہا تھا۔وہ سادہ انسان تھا۔اپنی سادگی میں ہی رہتا تھا۔

"میں آیا تھا۔"آج اس نے بالآخر اعتراف کر لیا۔جواد سگریٹ لبوں میں دبا کر ساکت رہ گیا۔

"میں آیا تھا۔مگر مجھے دیر ہو گئی تھی۔تمہاری بہن کو پوری امید تھی کہ میں نہیں آؤں گا۔انہیں رکنا چاہیے تھا۔انہیں میرا انتظار کرنا چاہیے تھا۔انہوں نے نہیں کیا۔میں جب آیا تو وکیل صاحب کی تدفین مکمل ہو گئی تھی۔میں آنا چاہتا تھا مگر میرے کچھ مسائل تھے۔یہ گلٹ میرے اندر ساری عمر رہے گا۔میں یہ کبھی بھول نہیں سکتا۔نہ تمہاری بہن مجھے کبھی بھولنے دیں گی۔"

توڑ مروڑ کے اس نے سچ کہہ دیا تھا۔وہ واقعی آیا تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ آپ آئے تھے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ روز بابا کی قبر پر جاتے تھے۔اور میں یہ جانتا ہوں کہ آپ چار سال پہلے انڈیا نہیں آئے۔ آپ اسی وقت آ گئے تھے۔ میں دیکھتا تھا آپ کو۔ آپ ہمیں دیکھ کر چھپ جاتے تھے۔" اب ساکت ہونے کی باری کبیر کی تھی۔اس نے ڈھیر سارا تھوک نگلا۔ جواد اسے سادگی سے دیکھ رہا تھا۔

"مدیحہ کو بتایا؟"

"نہیں۔"

"بالکل ٹھیک کیا۔" کبیر بھول گیا تھا وہ فاروق بختیار کا بیٹا تھا۔ان سے کچھ چھپانا مشکل کام تھا۔

"تم انہیں مدیحہ کیوں کہتے ہو؟ میرا مطلب ہے وہ تم سے بڑی ہیں۔ آپا، باجی کچھ کیوں نہیں؟" اس نے سامنے دیکھتے ہوئے ایک گہرا کش لیا۔ جواد دھیرے سے ہنسا۔

"وہ صرف میری بہن نہیں ہیں۔ میرا خاندان ہیں۔ کس کس رشتے سے پکارتا؟ ضرورت پڑنے پر ماں، باپ، بھائی، بہن، استاد سب بن جاتی ہیں۔اس لیے میں نے نام سے پکارنا بہتر سمجھا۔" وہ اپنے جوتوں کو دیکھ کر کہہ رہا تھا۔لبوں کو سختی سے بھینچ کر ضبط کرتے ہوئے۔

"میں بھی تمہارا بھائی ہوں۔وکیل صاحب کی بات بھول گئے؟"اس نے ایک نظر کبیر کو دیکھا۔پھر سر جھکا گیا۔

"یاد ہے۔یہ بھی یاد ہے کہ آپ کس طرح گئے تھے۔اس لیے میں محتاط ہوں۔"کبیر نے تاسف سے سر جھٹکا۔

"میں یہی سوچ رہا تھا کہ مدیحہ کی صحبت کا اثر کیوں نہیں نظر آرہا ہے۔بھروسہ رکھو میں اس دفعہ جانے کے لیے نہیں آیا۔"وہ دوسرا سگریٹ لائٹر سے سلگاتے ہوئے جانے لگا تھا۔اچانک ہی وہ رکا پھر اس کی جانب پلٹا۔

"ایک بات اور آئندہ فرحان کو فرحان بھائی مت کہنا۔بھائی نہیں ہے وہ تمہارا۔"جواد بس مسکرا کر رہ گیا۔دس سال پہلے بھی اس نے یہی کہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آج سردی کا زور بڑھا ہوا تھا۔کل کی دھوپ آج لاپتہ تھی۔بادلوں کی شرارتوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ بارش ہونے والی ہے۔سرد ہوائیں جسم کو جما رہی تھیں۔دہلی ہر گزرتے دن کے ساتھ مزید سرد ہوتا جا رہا تھا۔

مدیحہ کو اب روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ہاسپٹل کے اس کمرے کے اندر جاؤ تو سردی سے کانپتے جسم کو تھوڑی راحت محسوس ہو گی۔ ہلکے آسمانی رنگ کا وہ کمرہ خوب وسیع اور خوبصورت تھا۔گلاس وال سے دہلی شہر نظر آرہا تھا۔ایک طرف لمبے صوفے پہ کچھ کتابیں رکھی تھیں۔ جس میں تھوڑی دیر قبل جواد سر دیے بیٹھا تھا۔

مدیحہ لیٹی مسلسل چھت کو گھور رہی تھی۔دروازے کی طرف پشت کیے کھڑے جواد نے بے اختیار ہی اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔اضطراب کی یہ کیفیت عجیب تھی۔

"میں جو کہہ رہی ہوں کرو۔ سمجھ نہیں آرہا ہے تمہیں؟نرس کو بلاؤ۔"جواد کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر وہ زور زور سے نرس کو آوازیں دینے لگی تھی۔دفعتاً دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی۔ مدیحہ کو لگا شاید نرس آگئی ہے۔اس لیے خاموشی سے دوبارہ چھت کو گھورنے لگی۔

"میں نے کہا تھا کہ میں sedate ہی رہنا چاہتی ہوں پھر بار بار بھول کیوں جاتی ہو؟"اس نے چھت سے نظریں نہ ہٹائیں۔ سٹول کھینچ کر بیٹھنے کی آواز آئی تو اس نے اپنے دائیں جانب دیکھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پولیس یونیفارم پہنے وہ خاموشی سے لب کچل رہا تھا۔اس کی ساحر آنکھیں بے حد سرخ ہو رہی تھیں۔اس کی آنکھوں میں ایسا کچھ تھا کہ مدیحہ ارد گرد سے بے خبر اسے دیکھے گئی۔

"کیسا محسوس ہو رہا ہے؟ در...درد تو نہیں ہے اب؟" اسے لفظ ادا کرنے میں کس بات کی مشکل ہو رہی تھی؟

"میں اس بارے میں بات نہیں کرنا چاہتی۔نرس سے کہو مجھے..."

"پورے ساٹھ فیصد چانسز تھے تمہارے کومہ میں جانے کے۔ہاتھ کی ہڈی کو جڑنے میں کافی وقت لگے گا۔پاؤں کا زخم تمہارا خراب ہے۔ذرا سی لاپرواہی اور تم چلنے پھرنے سے محروم ہو جاؤگی۔" قاسم اس کی بات کاٹ کر بولا۔وہ پانچ دنوں کے بعد بھی سننا نہیں چاہتی تھی اور وہ پانچ دنوں کے بعد آج کچھ کہہ رہا تھا۔

"ایک کیل کی طرح تھا کچھ جو تمہارے سر کے پچھلے حصے میں چبھا تھا۔جلد میں ہی تھا۔کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔" جواد سانس روکے اسے سن رہا تھا۔ایسا ہارا ہوا لہجہ کب سنا تھا اس نے قاسم کا؟ ایسی بکھری ہوئی آواز کب تھی اس کی؟ ایسا ہارا ہوا شخص اس میں پہلے کیوں نہیں دکھا؟

"تمہارے پیٹ پر مارا تھا اس نے؟ انٹرنل انجریز بہت ہیں۔ ہم یہیں اسی سرد سے کاریڈور میں کھڑے تمہارے لیے دعائیں کر رہے تھے۔ ڈاکٹرز امید چھوڑنے لگے تھے مگر ہم نے امید نہیں چھوڑی۔ ہم ڈٹے رہے کہ وہ مدیحہ ہے، اسے کوئی یوں نہیں ہرا سکتا۔" وہ چپ ہو گیا۔ اس کی آنکھیں ہی نہیں لہجہ بھی گیلا محسوس ہوا۔ اس نے تھوک نگلا۔

"ہم غلط تھے۔ ہم ہمیشہ تمہارے معاملے میں غلط ہوتے ہیں۔ تم ہار رہی ہو۔ حالانکہ ریس تو ابھی شروع ہوئی ہی نہیں۔ ریس کا انتظام ابھی کیا جا رہا ہے۔ بات زیادہ لمبی ہو رہی ہے۔ مختصراً یہ کہ اٹھو۔ ہوش کرو۔ اپنی رپورٹ دیکھو۔ حالت سدھارو۔ خود کو تیار کرو۔ کیونکہ انویسٹیگیٹو جرنلسٹ مدیحہ فاروق پر ڈرگز سپلائر ہونے کا الزام ہے۔" مدیحہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس دفعہ وہ نظریں چرا گیا۔

"کیا بکواس ہے یہ؟" جواد نے چونک کر کہا۔ قاسم نے سر ہلایا۔

"جلد ہی ایک ٹیم بھیجی جائے گی، انویسٹیگیشن کے لیے۔ پوری جانکاری نہیں ہے مجھے۔ کیا چکر ہے؟ نہیں معلوم۔ میں یہی جاننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اپنی بہن سے کہو کہ مرد بنے۔

www.novelsclubb.com

بستر چھوڑ کر اٹھے اور دنیا کا مقابلہ کرے۔" اس نے جواد کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔ مدیحہ کے لب مسکرائے۔

"سن رہی ہیں آپ؟ ابھی بھی بلاؤں نرس کو؟ یہ کیا بکواس چل رہی ہے؟" جواد نے تاسف سے اسے دیکھا۔ وہ بس مسلسل مسکرا رہی تھی۔ قاسم اسے دیکھے بغیر چلا گیا۔

"اتنا مسکرا کیوں رہی ہیں؟ آپ میری سمجھ سے بالکل باہر ہیں۔" وہ جھنجھلا گیا۔ مدیحہ اب کے ہنس دی۔ ہنسنے اور بولنے سے اسے تکلیف ہوتی تھی۔ جبڑے میں سخت درد محسوس ہوتا تھا۔ سر کے پچھلے حصے میں ٹیسیں اٹھتی تھیں۔

"اسے ناراض ہونا بھی نہیں آتا۔ ہر کسی کی زندگی میں ایک قاسم مرزا ضرور ہونا چاہیے۔"

www.novelsclubb.com

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

باہر بارش شروع ہو چکی تھی۔ سڑکوں پر پانی بھرنے لگا تھا۔ ٹھنڈی بوندیں رگوں میں خون جما رہی تھیں۔ وہ شکست خوردہ سی چال چلتا جا رہا تھا۔ جسم پر سوائے یونیفارم کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ اس کے احساسات مردہ لگ رہے تھے۔ ٹھنڈی بوندوں نے جسم کو پوری طرح بھگا دیا تھا۔

وہ اپنے ہواسوں میں نہیں لگ رہا تھا۔لوگ مڑ مڑ کر اس سر پھرے کو دیکھ رہے تھے۔اسے کیا پرواہ؟

وہ ہارا ہوا ہی تھا۔اس نے آج شاید پہلی دفعہ مدیحہ سے نظریں چرائی تھیں۔مرد دنیا کا مقابلہ چاہے جتنی جواں مردی سے کر لے مگر اپنے خاندان سے وہ ہمیشہ ہار جاتا ہے۔خاندان انسان کی بنیاد ہوتی ہے۔اور جب بنیادیں ہی کمزور ہو جائیں تو منہ کے بل گرنا ہی پڑتا ہے۔

وہ اپنی کار تک گیا پھر مشکل سے ڈرائیو کرتا ہوا وہ ایک اپارٹمنٹ کی جانب بڑھ رہا تھا۔ کروڑوں کی مالیت کے اس اپارٹمنٹ کے باہر کھڑا وہ دروازہ کھلنے کا انتظار کر رہا تھا۔

کسی نے دروازہ کھولا۔ قاسم نے نظریں اٹھائیں۔ گردن کے قریب اڑتی ہوئی تتلی نظر آئی۔ سنہرے بالوں کو جوڑے کی شکل دیتی وہ بے زار نظر آ رہی تھی۔یوں جیسے اس کی آمد نے بدمزہ کر دیا ہو۔

"تمہیں اب مجھ سے کیا کام پڑ گیا؟"رابیل نے جمائی لے کر کہا۔وہ شاید ابھی سو کر اٹھی تھی۔ڈھیلی ڈھالی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس وہ نیند سے بوجھل آنکھیں لیے کھڑی تھی۔اس کی آنکھوں کا رنگ قاسم کی آنکھوں کے رنگ جیسا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مدیحہ کو کیسے جانتی ہو تم؟" قاسم نے زکام زدہ سانس کھینچی۔

"ایکسیوزمی؟" وہ حیران ہوئی۔ قاسم اسے پیچھے کرتا اندر آیا۔

"مدیحہ کو کیسے جانتی ہو تم؟" اس نے سوال دہرایا۔

"میں کسی مدیحہ کو نہیں جانتی۔" رابیل نے ناک سے مکھی اڑائی۔

"پھر اسے مارنے کی سپاری کیوں دی؟ میرا نہیں خیال ہے کہ اس کا اور تمہارا کبھی کوئی مقابلہ تھا۔ وجہ بتاؤ رابیل۔" رابیل نے اسے چونک کر دیکھا۔ قاسم اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر وہ زور سے ہنسی۔

"اوہ گاڈ۔ یعنی میرا سابقہ شوہر اور سگا بھائی دونوں ہی اس کے پالے ہوئے کتے ہیں؟ زبردست یار۔ میں تو اسے ہلکے میں لے رہی تھی۔ بڑی کھلاڑی نکلی۔" قاسم کی پیشانی پہ بل نمودار ہوئے۔

"تمیز سے نام لو۔ ورنہ میں بھول جاؤں گا کہ میں نے اپنے باپ سے کیا وعدہ کیا تھا۔"

"ارے میں تھوکتی ہوں تم پر۔ تمہارے وعدے پر اور اس باپ پر بھی۔ رہ گئی وہ لڑکی تو غلط جگہ ہاتھ ڈالا تھا اس نے۔ اس نے میرے بندے پہ ہاتھ ڈالا تو اس لیے ہاتھ تڑوا دیا۔" وہ معصومیت سے بولی۔ آنکھیں چھوٹی کر لیں۔ قاسم نے دوبارہ ضبط کرنا چاہا۔

"ارے یار۔ ہاں یاد آیا۔ کوئی نشے وشے کا چکر ہے ناں۔ اس کی گاڑی سے کچھ ملا ہے۔ سپلائرز کے ساتھ کچھ فوٹو گرافز۔ چچ' چچ۔ بہت برا ہو سکتا تھا لیکن جو قاسم مرزا اور کبیر مراد جیسوں کی بانہوں میں..."

چہرے پر پڑنے والے زناٹے دار تھپڑ نے باقی کے الفاظ واپس لوٹا دیے۔ اس نے ساکت نظروں سے قاسم کو دیکھا۔ قاسم نے پوری قوت سے ایک اور تھپڑ اسے مارا۔ وہ ایک طرف کو جھکی۔

"میں نے تمہیں وارن کیا تھا۔" قاسم نے اسے گردن سے پکڑ کر دیوار سے لگایا۔ رابیل کے منہ سے عجیب غراہٹ جیسی آواز نکلنے لگی۔

"میں نے کہا تھا کہ تمیز سے نام لو۔ وہ پاک عورت ہے۔ تم کیا جانو پاک عورتیں کیسی ہوتی ہیں۔ اس کے جوتوں پہ لگا کیچڑ بھی تم سے زیادہ پاک ہے۔" اس کی گرفت مزید مضبوط ہوئی۔

www.novelsclubb.com

رابیل کی آنکھیں ابل کر باہر کو آنے لگی تھیں۔ قاسم کی سانسیں غصے کے باعث یوں چلنے لگیں جیسے کئی گھنٹوں سے بھاگتا رہا ہو۔

"ایک کھیل تم نے کھیلا ہے۔ایک کھیل میں کھیلوں گا۔ میرا کھیل، میری چال۔ تمہاری ساری سازشوں پہ بھاری ہے۔ یہ دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے رابیل۔ بھلے ہی مجھے اس کے لیے کبیر کو جان سے ہی کیوں نہ مارنا پڑے لیکن اسے میں تمہارا کبھی نہیں ہونے دوں گا۔ صرف اس لیے ہی اپنی اوقات دکھائی ہے ناں تم نے گھٹیا عورت۔"اس نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا جو تیزی سے سانس لینے کے چکر میں مسلسل کھانس رہی تھی۔

"اس عورت سے دور رہنا۔وہ عورت یہاں رہتی ہے۔" قاسم نے اپنے دل کے مقام پہ ہاتھ رکھا۔"اور یہاں رہنے والی عورت کے لیے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔اس عورت کو کچھ بھی ہوا۔اللہ کی قسم میں پوری دنیا کو آگ لگا دوں گا۔ میں تمہیں برباد کر دوں گا'رابیل۔ سر سے پاؤں تک برباد کر دوں گا۔"

رابیل کی آنکھوں سے پانی گر رہا تھا۔وہ گہری سانس لیتی سیدھی ہوئی۔ قاسم واپسی کے لیے قدم بڑھا چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

"تم لوگ اسے مجھ سے نہیں بچا سکتے۔ خدا کی قسم اب تو نہیں بچا سکتے۔ اس تھپڑ کا جواب میں تمہیں گولی سے دوں گی۔" اس نے بمشکل اپنی بات پوری کی۔ اس کی آخری بات پر قاسم کے قدم رکے۔ وہ ہنسا۔

"میں موت سے نہیں ڈرتا۔"

"پہلے تمہیں نہیں ماروں گی۔ اسے ماروں گی۔ جس کے مرنے سے تم ویسے بھی مر جاؤ گے۔" قاسم نے ڈھیر سارا تھوک نگلا۔ وہ جانتا تھا کہ رابیل جنونی ہے۔ ایک وہی تو رابیل کی ہر حد کو جانتا تھا۔

"لگالو زور سر سے پاؤں تک۔" قاسم چلا گیا اور وہ مسلسل کھانستی ہوئی پانی کی بوتل منہ سے لگا رہی تھی۔

سانس بحال ہوتے ہی اس نے فون اٹھایا۔ اسے معلوم تھا کہ اب کیا کرنا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہسپتال کا وہ پھولوں والا کمرہ آج مزید بھر گیا تھا۔ مدیحہ بے زاری سے لیٹی ہوئی تھی۔ چہرے کے زخم کچھ بھرنا شروع ہو گئے تھے۔ ایک طرف سعد گھٹنوں پر کہنیاں ٹکا کر بیٹھا تھا۔ بیڈ پر

www.novelsclubb.com

حمزہ بیٹھا کچھ کہہ رہا تھا۔ماموں ڈاکٹر کے پاس تھے اور بڑی ممانی ہاتھ میں تسبیح پکڑے مسلسل آنسو صاف کر رہی تھیں۔

"ایک کال نہیں کی تم نے؟ بھائی آ جاتا ناں۔میں واپس آ ہی رہا تھا۔پاپا وغیرہ نے روک لیا۔ان سب کو لگ رہا تھا کہ تم اپنی چچی کی وجہ سے نہیں آئی ہو۔" وہ دھیرے دھیرے سرگوشی کر رہا تھا۔مدیحہ نے اس کے چہرے کو دیکھا۔وہ کسی بھی وقت رو سکتا تھا۔

"شادی زیادہ اہم تھی۔اب آ گئے ہو ناں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"شادی اہم نہیں تھی۔بہن اہم ہے اور ہمیشہ رہے گی۔اعتبار ہی نہیں تھا کہ بھائی آئے گا۔" اس نے مدیحہ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔ایک آنسو ٹوٹ کر گرا۔

"سب بہت اچانک ہوا تھا۔میں کیا کرتی تمہیں بلا کر؟ تم کچھ روک سکتے تھے؟ ابھی مجھے تمہاری بہت ضرورت ہے۔اب تم آ گئے ہو ناں۔" وہ دونوں سرگوشیاں کر رہے تھے۔سعد اٹھ کر باہر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد کمرے میں آسیہ مراد اور کبیر مراد داخل ہوئے۔ان کے ساتھ ہی حسن ماموں بھی تھے۔آسیہ مراد نے سیاہ لباس پر بھوری لمبی شال اوڑھ رکھی تھی۔اپنی بارعب شخصیت سمیت وہ اس تک آئیں۔جھک کر اس کی پیشانی چومی۔سعد بھی اندر داخل ہوا۔

"اللہ سب بہتر کرے گا۔"انہوں نے اس کا صدقہ اتارا۔مدیحہ بس سر ہلا کر رہ گئی۔

"مدیحہ کو ہاسپٹل میں رکھنا مجھے خطرے سے خالی نہیں لگ رہا ہے۔ڈاکٹر سے بات ہو گئی ہے کل میں اسے گھر لے جا رہا ہوں۔"حسن ماموں نے اطلاع دی۔کبیر نے فوراً آسیہ کو دیکھا۔ انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دی۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ دنوں تک مدیحہ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہوں۔اس پوری دہلی میں کبیر مراد کے گھر سے زیادہ سیکور جگہ اور کون سی ہو سکتی ہے؟"انہوں نے اپنے ازلی انداز میں ان سے کہا۔اب کی دفعہ حمزہ اور ممانی بھی حیران ہوئے۔

"میں آپ کے جزبات کی قدر کرتا ہوں۔مگر مدیحہ اپنے لوگوں میں رہے گی تو زیادہ بہتر ہو گا۔"سعد اس پوری گفتگو میں پہلی دفعہ بولا۔ماموں اس کی بات سے متفق تھے۔

"مگر حسن صاحب آپ ایک دفعہ بھروسہ تو کریں۔" آسیہ نے گویا منت کی۔ کبیر اضطرابی کیفیت میں لب کچلنے لگا۔

"کوئی مجھ سے پوچھ لے اگر کہ میں کہاں رہنا چاہتی ہوں تو یہ بحث ابھی ہی ختم ہو جائے۔" وہ جمائی لے کر بولی۔ سارے چہرے اس کی طرف گھوم گئے۔ حمزہ نے گلا کھنکارا۔

"تم کہاں رہنا چاہتی ہو؟"

"اپنے گھر۔" اس نے سکون سے جواب دیا۔ کبیر نے تاسف سے اس لڑکی کو دیکھا۔

"مگر مدیحہ بچے۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر ماموں کو بولنے سے روکا۔

"میرا باپ جب ایسے ہی کسی ہسپتال میں نیم مردہ حالت میں لیٹا تھا تو وہ کون سا گھر تھا جس نے مجھے پناہ دی؟ میرے اپنے گھر نے۔ میرا باپ جب مر گیا اور مجھے اس کے دوسرے ہی دن ایسی ہی کسی حالت کو پہنچا دیا گیا تو اس وقت میں کہاں سانسیں لے رہی تھی؟ ظاہر ہے اپنے گھر میں۔ ہمارا اپنا گھر ہی ہمیں پناہ دیتا ہے۔ مجھے اپنے گھر میں کوئی خطرہ نہیں۔" اس نے تلخی سے کہہ کر رخ موڑ لیا تھا۔ ماموں چل کر اس کے قریب گئے۔

www.novelsclubb.com

"وہ گھر بھی تمہارا اپنا گھر ہے۔ کچھ دنوں کے لیے ہی سہی ساتھ چلو۔ وہ وقت کچھ اور تھا۔ یہ کچھ اور ہے۔"

"وقت کچھ اور تھا ماموں مگر حالات اس سے بھی برے تھے۔ اس وقت مجھے خطرہ گھر سے نہیں۔ گھر والوں سے تھا۔ آج بھی وہی حال ہے۔ مجھے وہ تھپڑ اور جوتے بھولتے نہیں ہیں۔ آپ سب کے خلوص کا شکریہ۔ اب آپ سب جائیں مجھے گھٹن محسوس ہو رہی ہے۔ زیادہ کچھ کہوں گی تو بد تمیزی لگے گی۔" وہ آنکھیں موند کر آخر میں بڑبڑائی۔

"مدیحہ ضدمت کرو یار۔" حمزہ نے اسے منانے کی کوشش کرنا چاہی۔

"میں انکار کر چکی ہوں۔ اب آپ سب جائیں گے؟ یا میں نرس سے کہہ دوں کہ مجھے ہی باہر لے جائے۔" سب نے ایک دوسرے کو تاسف بھری نگاہ سے دیکھا پھر سر جھٹک کر وہاں سے نکلنے لگے۔

"تم رکو۔" کبیر جو سب سے آخر میں تھا اس کی آواز پہ رکا۔ وہ ویسے ہی آنکھوں پر ہاتھ رکھے لیٹی تھی۔ کیا وہ اس کی آہٹ پہچانتی تھی؟ کیا وہ اس کی آہٹ اب بھی پہچانتی تھی؟

"فرمائیں۔" مدیحہ نے آنکھیں کھولیں۔اسی وقت نادر بھی اندر آیا ہاتھ میں کچھ فائل تھیں۔

"تم نے ایک دفعہ مجھ سے کہا تھا کہ مجھے اپنے ساتھ گارڈز رکھنے کی ضرورت ہے۔" کبیر نے سر اثبات میں ہلایا۔نادر سے اس کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ مدیحہ نے ایک نظر نادر کو دیکھا۔ وہ کبیر کو دیکھ رہا تھا۔

"جی کہا تھا۔میں اب بھی اس بات پہ قائم ہوں۔"

"مجھے ایک گارڈ چاہیے۔" مدیحہ نے لب کچل کر کہا۔ جیسے فیصلہ نہ کر پا رہی ہو۔

"سیکیورٹی گارڈ یا باڈی گارڈ؟" یہ سوال نادر کی طرف سے آیا۔مدیحہ سوچنے لگی۔

"دونوں۔" نادر نے فائل ایک کرسی پہ رکھ دی جہاں کچھ دیر قبل ممانی بیٹھی تھیں۔

"میں آدھے گھنٹے میں بھیجتا ہوں۔وقت لگے گا۔ صرف یہ ضروری نہیں کہ وہ آپ کی جان بچائے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ آپ کے لیے اپنی جان دینے سے گریز نہ کرے۔" وہ ابھی بات کر ہی رہا تھا کہ نادر مدیحہ کے سرہانے کھڑا ہوا' جینز میں اڑسی پسٹل نکالی اور اسے لوڈ کیا۔ کبیر مبہم سا مسکرایا۔ کہنے کو کچھ اور باقی تھا؟ بالکل نہیں!

www.novelsclubb.com

"آج سے میں ہی ان کا سیکیورٹی گارڈ اور باڈی گارڈ۔ آپ کی غیر موجودگی میں جو فیصلے میں لیتا تھا۔ اس کے لیے کسی اور کو ہائیر کر لیں۔" اس نے گن دوبارہ جینز میں اڑستے ہوئے کبیر سے کہا۔ وہ لبوں پہ انگلی رکھے مسکرا رہا تھا۔

"مالکن سے تو پوچھو۔ انہیں یہ گارڈ پسند بھی آیا کہ نہیں۔" نادر ملکن کی طرف گھوما پھر مالکن کے کچھ بھی بولنے سے پہلے خود ہی بول پڑا۔

"اس معاملے میں، میں ان کی نہیں سن سکتا۔ فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب نکلتے ہیں۔ ان کی دوا کا وقت ہو گیا ہے۔" نرس اور جواد کو دیکھ کر وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ مدیحہ نے پرسکون انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلے دن سنہری سی دل کو سکون بخشتی دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ پھولوں والے کمرے کے پھول تبدیل کیے جا چکے تھے۔ صوفے پہ بیٹھا جواد کچھ پیپرز پہ اپنی دستخط کر رہا تھا۔ مدیحہ گھر کے کپڑوں میں ملبوس تھی۔ پیچھے بیٹھی نرس اس کے بالوں کو سلجھا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"تھوڑی دیر میں گاڑی آتی ہو گی۔ ہم پھر چلیں گے۔" جواد نے اطلاع دی۔ وہ موبائل کان سے لگا کر باہر نکلا۔ اس نے دو دن سے اپنا لباس بھی نہیں تبدیل کیا تھا۔

"وہ پولیس والے صاحب جو ہیں وہ نہیں آتے اب۔ رشتے دار ہیں ناں آپ کے؟" وہ ادھیڑ عمر کی نرس تھی۔ بے حد نرم دل اور مہربان۔ وہ یوں ہی گھنٹوں مدیحہ سے باتیں کرتی رہتی تھی۔ مدیحہ جواد دے یا نہ دے۔ ان کی بات سنے یا نہ سنے۔ وہ بولتی رہتی تھیں۔

"دوست ہے میرا۔ کچھ ناراضگی ہے۔ وقت کے ساتھ ختم ہو جائے گی۔"

"ختم کیسے ہو گی؟ بات تو تم اس سے کرتی نہیں ہو۔ دھیان رہے بیٹا کہ رشتوں میں بدمزگی اسی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ ہم سارا کچھ وقت پہ چھوڑ دیتے ہیں۔ بات کرو۔ بالکل سیدھی۔ جو تمہیں اس سے شکایت ہے اس کے سامنے رکھ دو۔ جو اس کی شکایت ہے اسے ایک دفعہ سن لو۔ بس اتنا سا کام اور سب کچھ ٹھیک۔" انہوں نے اس کے بالوں کی چٹیا بنائی۔ اس کے بال اس قدر سلکی تھے کہ بار بار لٹیں ادھر اُدھر پھسل رہی تھیں۔ سر پہ بندھی پٹی کو احتیاط سے دوبارہ باندھ کر وہ خفگی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"آپ بہت اچھی باتیں کرتی ہیں۔زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔" وہ مسکرائی۔اسے فی الحال کسی کے مشوروں کی ضرورت نہیں تھی۔وہ بھی اپنی کہتیں وہاں سے کام ختم کر کے چلی گئیں۔

چند لمحے بعد زرین بھورے عبایہ میں ملبوس عجلت میں آئی۔مدیحہ نے اسے حیرانی سے دیکھا۔

"تم کس کے ساتھ چلی آ رہی ہو؟"

"اکیلی آئی ہوں۔کسی کو ساتھ لاتی؟" اس نے سادگی سے پوچھا۔مدیحہ نے ہنس کر گردن نفی میں ہلائی۔

"ڈر نہیں لگا؟"

"اب تو نہیں لگتا۔کیسی ہیں آپ؟" وہ اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔مدیحہ نے اپنا دوپٹہ اس سے مانگا جس پر وہ چڑھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"سامنے ہوں۔سب ٹھیک ہے؟ کوئی مسئلہ؟ پریشانی؟" وہ اسی طرح مسکراتی رہی۔کبھی کبھی زرین کو اس کی مسکراہٹ بہت عجیب لگتی تھی۔

"الحمدللہ۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا شاپر اس کی طرف بڑھایا۔

"فصیح بھائی نے آپ کے لیے پچھلے سال دسمبر میں لیا تھا۔پہلے وقت نے موقع نہیں دیا کہ وہ آپ کو یہ بھیجتے بعد میں زندگی نے۔"مدیحہ نے نوٹ کیا وہ اب فصیح کا نام لیتے ہوئے کانپتی نہیں تھی۔روتی نہیں تھی۔وہ باہمت ہو رہی تھی۔

"میں آپ کو پہلے ہی دینا چاہتی تھی مگر۔"

"مگر تمہیں مجھ پہ بھروسہ نہیں تھا۔اور چونکہ اس کیس کے چلتے موت میرے منہ کو آ لگی تھی تو تمہیں اب مجھ پر بھروسہ ہو گیا ہے۔اس لیے تمہیں لگا یہ بالکل ٹھیک وقت ہے۔مدیحہ کو اس کی امانت دے دی جائے۔بہت شکریہ۔"وہ گال تلے ہاتھ رکھے مسکرا کر بولی۔زرین لمحے بھر کے لیے ساکت رہ گئی۔اتنا سچ بولنا ضروری ہوتا ہے؟

"جی۔میں شرمندہ ہوں۔"مدیحہ نے اسے تاسف سے دیکھا۔

"اگر تم اپنے خاندان کے معاملے میں کسی بھی غیر پر آنکھ بند کر کے بھروسہ کر لیتیں تو شرمندہ ہونا بنتا تھا۔جو تم نے کیا وہ بالکل ٹھیک تھا۔بات اگر خاندان کی ہو تو ہر دوسرا شخص دشمن لگتا ہے۔"زرین اپنا لب کچلنے لگی۔

"آپ بہت اچھی ہیں۔" مدیحہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ آگے بڑھ کر اپنا ہاتھ اس کے گال پہ رکھا۔

"جواد تمہیں ڈراپ کر دے گا۔ اسے راستہ سمجھا دینا۔" مطلب صاف تھا کہ وہ اس کی بھی شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔ زرین کو چاہیے تھا کہ وہ اپنی آخری بات واپس لے لیتی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شام پانچ بجے۔

"ریس تو ابھی شروع بھی نہیں ہوئی۔ ابھی تو صرف اس کی تیاری کی جا رہی ہے۔"

گھر جانے کا وقت آ گیا تھا۔ قاسم اس روز کے بعد سے اب تک نہیں آیا تھا۔ تنوی تھوڑی دیر پہلے ہی گئی تھی۔ کسی کو علم نہیں تھا کہ وہ زبردستی گھر جا رہی تھی۔ سب کچھ اس کے مطابق ہو رہا تھا۔

اسے چلنے میں بہت پرابلم ہو رہی تھی۔ جواد نے وہیل چیئر اس کے سامنے رکھی مگر اس نے منع کر دیا۔ اس وقت وہ اور جواد ہی تھے۔ کبیر کے گارڈز کو بھی اس نے فارغ کر دیا تھا۔ اور پولیس پروٹیکشن اس نے لی نہیں تھی۔

"آپ کو کچھ دن اور ہاسپٹل میں رہنا چاہیے تھا۔" جواد نے اسے سہارا دیا۔

"ہاں بالکل مگر فینائل کی بو اور سفید دیواریں مجھے احساس دلاتی تھیں کہ میرا آخری وقت آ گیا ہے۔" جواد ہنسا۔ مدیحہ نے مضبوطی سے اسے تھاما۔ اچانک ہی پاؤں کے زخم میں ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔

"آپ کے گھر کی دیواریں بھی سفید ہی ہیں۔"

"میرے گھر میں ہر دوسرے گھنٹے موتیں نہیں ہوتیں۔ ہر دوسرے گھنٹے وہ باتونی سی نرس آ کر اطلاع دیتی ہے۔ ارے وہ جو لڑکا نہیں آیا تھا مر گیا۔ وہ بوڑھا آدمی تھا ناں وہ مر گیا۔" وہ اس کی نقل اتارنے لگی۔ جواد نے ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ وہ سیڑھیاں اتر کر اب پارکنگ کی طرف جا رہے تھے۔ جب کچھ رپورٹر بھاگتے ہوئے آئے اور انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔

"آپ پر ڈرگز سپلائی کرنے کا الزام ہے۔ آپ اس بارے میں کیا کہنا چاہیں گی۔"

"اس بات میں کتنی سچائی ہے کہ آپ ایک ڈیلر ہیں..."

"آپ تو کئی لوگوں کی آئیڈل ہوا کرتی تھیں اب آپ..."

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سوالوں کی بوچھاڑ، ہر طرف سے چمکتے فلیش، لوگوں کی بھیڑ۔ وہ یک دم سے ساکت رہ گئے۔ جواد رپورٹرز کو دھکیلتا آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا مگر اس کے بازوؤں میں ابھی اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ بیس پچیس لوگوں کو دھکا دے سکے۔

مدیحہ کا دوپٹہ کہیں رہ گیا تھا۔ پاؤں سے چپل نکل گئی۔ اسے بس ایک آواز آ رہی تھی۔ اپنی سانسوں کی آواز۔ ایک سیٹی سی تھی جو کانوں میں بجنے لگی۔ کوئی اس کے زخم سے آ لگا تھا۔ اس کی ہلکی سی چیخ نکلی۔ بھرے مجمعے میں وہ بغیر دوپٹے کے کھڑی تھی۔ اس کے لب کپکپائے۔ آنکھوں سے کچھ گرم گرم سا بہنے لگا تھا۔

جواد کو کسی نے دھکا دیا وہ اس سے دور ہو گیا۔ مدیحہ کو اپنے پیروں پر کھڑا رہنا مشکل لگا۔ بہت مشکل۔ اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے سب کو دیکھا۔

"کیا آپ واقعی ایک ڈیلر ہیں یا پھر یہ آپ کے خلاف کوئی سازش کی جا رہی ہے۔"

"جنتا آپ کا جواب سننا چاہتی ہے۔ کیا آپ کی یہ حالت آپ کے گینگ نے کی ہے؟"

"مدیحہ فاروق کیا یہ آپ کا اصل ایکسیڈنٹ ہے یا پھر کوئی سازش؟"

www.novelsclubb.com

اسے اپنا دل کانوں میں دھڑکتا محسوس ہوا۔ کیا یہ ذلت تھی؟ یا ابھی کچھ اور باقی تھا؟ اس نے لب کھول کر کچھ کہنا چاہا مگر ہونٹوں سے بس ایک سانس ہی خارج ہو سکی۔ رپورٹر ایک دوسرے کو دھکا دیتے آگے بڑھ رہے تھے۔ کوئی مدیحہ سے ٹکرا گیا۔ وہ زمین پہ جا گری۔

مختلف انداز میں تصویریں اتارنے کا شور بلند ہوا۔ ہنسی بلند ہوئی۔ اس شور میں ایک اور شور بلند ہوا۔ گاڑیوں کا شور، ٹائروں کے چرچرانے کا شور۔ کھلتے اور بند ہوتے دروازوں کا شور۔ ہاتھوں میں اٹھتے اسلحوں کا شور۔

اس نے نظر گھما کر دیکھا۔ وہ کار کا دروازہ کھول کر تیزی سے اس کی طرف آ رہا تھا۔ ہاتھ تیزی سے کوٹ اتار رہے تھے۔ اس نے کوٹ ہاتھ میں پکڑا۔ رش کو چیر کر وہ اس کی جانب آیا۔ اسے اپنے بازوؤں میں لیے وہ اونچی آواز میں نجانے کیا کہہ رہا تھا۔ وہ کوئی مسیحا تھا؟ شاید ہاں۔ اس وقت وہ اسے مسیحا ہی لگا۔

اس کے بازوؤں کی سختی سے ڈر نہیں لگا۔ راحت محسوس ہوئی۔ اس کے چیخنے سے دل عجیب نہیں ہوا۔ دل کو سکون مل گیا۔ وہ اس کے لیے لڑ رہا تھا۔ کوئی اس کے لیے بھی لڑ سکتا تھا؟ کوئی اسے ذلت سے بچا سکتا تھا؟ اگر ہاں تو اتنے سالوں تک وہ اس سے محروم کیوں رہی تھی؟

"آپ کو کچھ ہوا تو نہیں؟" اس نے جھک کر اس سے پوچھا جو اس کی شرٹ کو دبوچے کھڑی تھی۔لوگ خود بخود دور ہٹ گئے۔کبیر نے اس کا گرا ہوا دوپٹہ اٹھایا۔دور گری چپل اٹھائی۔ اسے اسی طرح تھامے ہوئے وہ گاڑی تک گیا جسے ڈرائیوران کے قریب لا چکا تھا۔مدیحہ کو بیٹھنے میں مدد کی۔

وہ جھک کر اس کی چپل صاف کر رہا تھا۔ساتھ کچھ کہہ بھی رہا تھا۔شاید ڈانٹ رہا تھا۔وہ کہاں سن رہی تھی؟ نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس نے اس کے پاؤں میں چپل ڈالی۔دوپٹہ اس کے گرد اچھی طرح لپیٹا۔

بھارت کا امیر ترین آدمی ایک معمولی جرنلسٹ کی چپل عقیدت سے صاف کر رہا تھا۔وہ جو پانی کا گلاس بھی خود سے نہیں اٹھاتا تھا آج اس کے قدموں میں بیٹھا اپنے ہاتھوں سے اسے چپل پہنا رہا تھا۔فلیش اب بھی چمک رہے تھے۔وہ نیوز لینے آئے تھے۔انہیں چینل کی ٹی آر پی بڑھانی تھی۔چاہے جیسے بڑھے۔

دوسری طرف کا دروازہ کھول کر جواد اس کے ساتھ بیٹھا۔شرمندہ شرمندہ سا۔اس نے مدیحہ کے گرد اپنے بازو لپیٹے۔مدیحہ نے سر اس کے کندھے پہ ٹکا دیا۔

"کبیر۔" اس نے پکارا۔ جواد بھی متوجہ ہوا۔ کبیر اس کی طرف کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔

"ہوں۔"

"گھر لے چلو۔" کبیر نے پانی کی بوتل بڑھائی۔ جواد نے بوتل تھامی۔

"لے چلتا ہوں۔"

"اپنے گھر لے چلو۔ پلیز۔" اس کے لہجے کا کرب کبیر کے دل کو چیر گیا تھا۔ اس نے مدیحہ کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا۔ یوں جیسے اپنی موجودگی کا احساس دلا رہا ہو۔ یوں جیسے اس کو تسلی دے رہا ہو۔

"آپ میرے گھر میں قدم رکھیں گی تو وہ صرف میرا ہی نہیں رہے گا۔ آپ کا بھی ہو جائے گا۔" اس نے مدھم سرگوشی کی۔ مدیحہ نے اس کے بند ہاتھوں پہ اپنی پیشانی ٹکائی۔

"میری حفاظت کرنے کا شکریہ۔" اس نے ایک ہچکی لی۔

"میں ہمیشہ آپ کی حفاظت کروں گا۔ ہمیشہ۔" مدیحہ نے اپنا سر نہیں اٹھایا۔ لوگ اب بھی ویسے ہی تماشائی بنے کھڑے تھے۔ کبیر اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"گھر چلیں؟" مدیحہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ نفی میں سر ہلایا۔

"گھر جانے سے پہلے ایک کام ختم کرنا چاہتی ہوں۔ایک قرض ہے جو اتارنا ہے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جاری ہے۔

(باقی آئندہ ماہ انشاءاللہ)

www.novelsclubb.com

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP: